مبرة الآل والأصحاب

اوقاتِ نماز
اتحادِ امت کا مظہر

مؤلف

ڈاکٹر طٰہٰ حامد الدلیمی

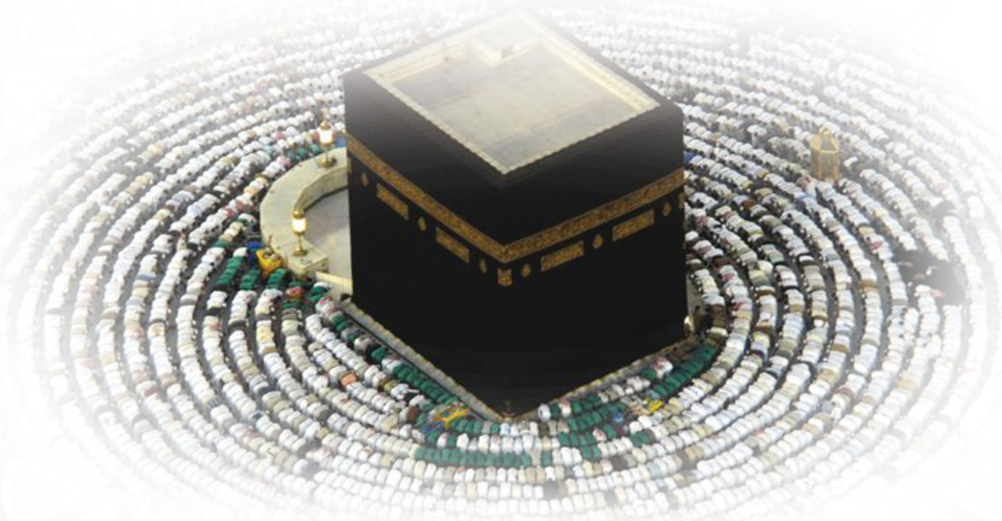

ترجمہ

عبد الخالق محمد صادق مدنی

نظر ثانی

عبیداللہ مظفر الحسن مدنی

اوقاتِ نماز

اتحادِ امت کا مظہر

مؤلف

ڈاکٹر طٰہٰ حامد الدلیمی

ترجمہ

عبدالخالق محمد صادق مدنی

نظر ثانی

عبیداللہ مظفر الحسن مدنی

بغیر کسی رد وبدل اور حذف واضافہ طباعت کے حقوق تمام
محبانِ اہل بیت و محبانِ صحابہ کو حاصل ہیں۔

تبدیلی کی صورت میں مبرۃ الآل والأصحاب سے اجازت نامہ
حاصل کرنا ضروری ہے۔

فہرست

فہرست 2
مقدمہ 6
پیش لفظ 8
پہلی فصل: 13
نقطہ آغاز: قرآن کریم ہی اساسی مرجع ہے 14
محکم اور متشابہ 16
سورہ بنی اسرائیل کی آیت میں اشتباہ 18
آیت مبارکہ میں وقت کی تحدید ہے تعداد اوقات نہیں ہے 21
نصیحت 24
آیت مبارکہ ہر نماز کو وقت پر ادا کرنے کی دلیل ہے نہ کہ جمع کرنے کی 26
قرآن کریم کے سب سے بہتر مفسر رسول اللہ ﷺ ہیں 28
نبی اکرم ﷺ نے پانچ مختلف اوقات میں فرض نماز ادا کی ہے 30
ہر نماز کو الگ اپنے وقت پر ادا کرنا بالاتفاق افضل ہے 32
فعل مباح جب حرام کی طرف لے جائے تو وہ حرام ہے 33
دوسری فصل 34

قرآن کریم میں نماز پنجگانہ کا ثبوت 35

قرآن کریم میں نماز کے نام.. 41

نماز عصر کا وقت 46

نماز فجر اور ظہر—نمازِ عصر- نماز مغرب اور عشاء 47

نمازِ عصر کا ذکر نمازِ فجر کے ساتھ ہوا ہے 50

غروبِ آفتاب سے قبل 53

وقتِ عصر اور فجر کی قسم 54

وقت ''العشیّ'' یعنی عصر کا وقت 56

انبیاء علیہم السلام کو نمازِ فجر اور عصر کا حکم 57

العشیّ سے کیا مراد ہے؟ 58

نمازِ عشاء کا وقت 61

آیتِ استئذان 64

وَزُلَفًا مِّنَ الَّیۡلِ 67

تیسری فصل 69

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقرر کردہ اوقاتِ نماز 70

امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی توقیت 75

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نمازوں کو جمع کرنے کا سبب 80

چوتھی فصل 82

حقائق ہمارے مصادر کی روشنی میں 83

مصادر اور مراجع: 83

احادیث: 84

ائمہ کرام کے ہاں نمازِ مغرب میں تاخیر کرنے والے کا حکم 100

کسی عذر کی بناپر نمازوں کو جمع کرنا 101

اہل سنت کے مصادر میں نمازوں کو جمع کرنا 107

حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کا جواب 111

جمع صوری 114

اوقاتِ نماز کے بارے میں جبرئیل علیہ السلام کی متفق علیہ حدیث 121

نماز سے متعلق چند احادیث مبارکہ 124

نقطہ آغاز کی طرف 127

مقدمہ

الحمد لله و کفی والصلاۃ والسلام علی نبینا المصطفی وعبادہ الذین اصطفی، وبعد

نماز دین کے عملی ارکان میں سے افضل ترین رکن ہے، حس نے اس کا باقاعدہ اہتمام کیا گویا کہ اس نے اقامت دین کا سامان کیا، اور جس نے اسے ضائع کیا، اس نے دین کی عمارت کو منہدم کرنے کی کوشش کی. کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق: ''نماز دین کا ستون ہے''. اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس پر محافظت کا حکم دیا ہے، ارشاد باری ہے: ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ﴾[1](ترجمہ: نمازوں کی نگہداشت کرو اور بالخصوص صلاۃ وسطیٰ کی، اور اللہ تعالیٰ کے حضور پر سکون اور خشوع کے ساتھ کھڑے ہو)، اور اسی طرح رسول اکرم ﷺ نے بھی اپنی امت کو اسی بات کا حکم دیا ہے.

اور نماز کی محافظت میں سے یہ بھی ہے کہ نماز کو اس کے مقررہ اوقات میں ادا کیا جائے، اور اس کیلئے ضروری ہے کہ اوقاتِ نماز سے واقفیت اور آگاہی حاصل کی جائے.

چنانچہ کتاب وسنت کی روشنی میں پنجگانہ نماز کے اوقات کی تعیین کیلئے یہ مختصر مگر جامع علمی رسالہ ہے، جسے میں نے سنّی اور شیعہ مصادر پر اعتماد کرتے ہوئے ترتیب دیا ہے،

---

[1] سورۃ البقرہ آیت: (238).

تاکہ یہ امر واضح ہو جائے کہ ان تمام مصادر میں بہت سے ایسے امور ہیں کہ جن کی روشنی میں ایسے اہم مسائل پر اتفاق کیا جا سکتا ہے، اسی لئے میں نے اس رسالے میں سید محمد اسکندر الیاسری النجفی کی انتہائی قیمتی بحث بھی شامل کر دی ہے، جسے انہوں نے شیعی مصادر پر اعتماد کرتے ہوئے تحریر کیا ہے، جو کہ ائمہ اہل بیت سے روایات نقل کرتے ہیں، تاکہ تمام لوگ نماز جیسے اہم اور عظیم عمل کے بارے میں حقائق سے آگاہ ہوں.

میں اللہ وحدہ لاشریک لہ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو حق پر جمع کر دے، اور حق تک رسائی کے ذرائع و وسائل ہمارے لئے میسر اور آسان فرمادے، یقیناً وہ خوب سننے والا اور بہت ہی قریب ہے.

مؤلف

پیش لفظ

میں نے ایسے ماحول میں پرورش پائی ہے کہ جہاں بعض مساجد سے تین مرتبہ اور بعض سے پانچ مرتبہ اذان کی آواز بلند ہوتی تھی، مجھے اس اختلاف سے شدید ذہنی کوفت ہوتی اور دل میں کئی قسم کے سوالات جنم لیتے تھے کہ کیا نمازیں پانچ نہیں ہیں؟

کیا ہر نماز کا نام اس کے وقت کے مطابق نہیں رکھا گیا ہے؟

کیا نزولِ قرآن کریم کے وقت یہ اوقات معروف اور ہر نماز کا وقت مقرر نہیں تھا جو کہ دوسری نماز سے مختلف تھا؟

یا وہ عرب جن کی زبان میں قرآن کریم کا نزول ہوا، انہوں نے بغیر کسی تحدید و تعیین کے ان اوقات کے نام رکھ دیئے تھے یا بعض اوقات آپس میں متداخل تھے؟.

اگر اوقات مختلف اور معروف نہیں تھے تو انہوں نے ان کے نام الگ الگ کیوں رکھے؟ اور بالخصوص اذان اور نماز جو کہ دین کے شعائر ہیں، جو کہ اجتماعیت اور اتفاق کے عظیم الشان مظہر سے عبارت ہیں، ان کے بارے میں ہمارا اختلاف لازمی طور پر ہمیں منتشر کر دے گا اور اتحاد امت کو پارہ پارہ کر دے گا. کیا جو شخص پانچ نمازوں کو ان کے اوقات میں الگ الگ ادا کرتے ہیں، اس کی نماز صحیح نہیں؟ جس کا واضح جواب ہے کہ ایسا ہرگز نہیں، بلکہ اس کی نماز بالاتفاق صحیح ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ نمازوں کو جمع کر کے ادا کرنا صحت نماز کیلئے شرط نہیں ہے. تو پھر کیا عقلی یا شرعی طور پر یہ درست ہے کہ ایسی چیز کو اختیار کریں جو زیادہ سے زیادہ مباح یا اس کو اختیار کرنا جواز کی حد تک ہو، تاکہ ہم ایسی چیز کو

ترک کردیں جوکہ سب سے بڑاواجب ہے اور وہ ہے: ''اتفاق واتحاد''؟.اور کیایہ جائز ہے کہ ہم فرقہ پرستی اور اختلاف کا راستہ اختیار کریں جوکہ معاشرے کیلیئے انتہائی خطرناک اور محرمات شرعیہ میں سے ہےاور وہ بھی ایسی چیز کے حساب پر جوکہ زیادہ سے زیادہ جواز کا درجہ رکھتی ہے؟.

صرف تین اوقات پر انحصار کرنا کم از کم مسلمان کو نماز کی صحت کے بارے میں شک میں ضرور مبتلا کرتا ہے، یہ شک خواہ کسی درجے کا بھی ہو، جب کہ نماز کو پانچ اوقات میں ادا کرنا اس شک کو رفع کرتا ہے اور دل کو سکون اور راحت پہنچاتا ہے.

پھر دل میں کئی اور سوالات پیدا ہوئے:

1- رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر روز کتنی نمازیں ادا کیا کرتے تھے؟
2- آپ کی مسجد (مسجد نبوی) سے کتنی مرتبہ اذان کی آواز بلند ہوا کرتی تھی؟
3- امیر المؤمنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ دن میں کتنی نمازیں ادا کرتے اور کوفہ میں ان کی مسجد یا ان کے بھائی خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سلطنت میں موجود تمام مساجد سے کتنی مرتبہ اذان کی صدا بلند ہوا کرتی تھی؟

اس کا ہمیشہ ایک ہی متفق علیہ جواب ہو گا کہ وہ سبھی پانچ مختلف اوقات میں نمازیں ادا کرتے اور ان کے دور میں پانچ مختلف اوقات میں اذان دی جاتی تھی، ہاں وہ بعض حالات میں مثلا: سفر، بیماری یا جنگ کے دوران نمازوں کو تین اوقات میں جمع بھی کرلیا کرتے تھے.

چنانچہ عرض یہ ہے کہ کیا ہماری مساجد میں بلا عذر اور ہمیشہ پانچ نمازیں تین اوقات میں ادا کرنے کے جواز کیلئے اتنا ہی کافی ہے. (یعنی عذر کی بناء پر نمازوں کو جمع کرنا)، جب کہ ہماری مساجد مستقل اور ایک جگہ پر قائم ہیں، وہ موبائل یا مسافر نہیں ہیں، اور ان کے گرد رہائش پذیر لوگ بھی مقیم ہیں، اور نہ ہی وہ میدانِ جنگ میں ہیں، تو پھر ہم وہ عمل کیوں کریں جو کہ رسول اکرم ﷺ نہیں کیا کرتے تھے بلکہ علی رضی اللہ عنہ بھی نہیں کیا کرتے تھے؟.

اس کے جواب میں قرآن پاک کی صرف ایک آیت ہے جو میں ہمیشہ سنتا رہا ہوں اور وہ ہے: ﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَىٰ غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ ۖ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا﴾[2] (ترجمہ: نماز قائم کیجئے زوالِ آفتاب سے لیکر رات کے اندھیرے تک، اور فجر کے قرآن کا بھی اہتمام کرو، کیونکہ فجر میں قرآن کی تلاوت کا وقت فرشتوں کی حاضری کا وقت ہوتا ہے).

چنانچہ اس آیت میں مذکورہ اوقات تین ہیں: 1- دُلُوكِ الشَّمْسِ (زوالِ آفتاب) 2- غَسَقِ اللَّيْلِ (رات کا اندھیرا) 3- الْفَجْرِ (فجر).

اس کے باوجود ہم جب رسول اکرم ﷺ جو وحی الٰہی کی مراد کو زیادہ سمجھنے والے اور کماحقہ اس کی تنفیذ کرنے والے ہیں، ان کے طرزِ عمل اور سنت کو دیکھتے ہیں تو وہ مذکورہ تفسیر سے مطابقت نہیں رکھتے. لہذا اگر آیت کریمہ اوقاتِ نماز کو صرف تین وقتوں میں

---

(2) سورۃ بنی اسرائیل آیت: (78).

محصور و محدود کرنے والی ہوتی تو رسول اکرم ﷺ نماز کے پانچ اوقات مقرر نہیں فرماتے، کیونکہ آپ کو تو آسان شریعت دے کر مبعوث کیا گیا ہے اور آپ نرمی، آسانی پیدا کرنے اور تنگی کو دور کرنے پر حریص اور کوشاں رہتے تھے اور بلاشبہ قرآن مجید کی تفسیر اور مقصود کو بیان کرنے میں رسول اکرم ﷺ کا فعل اور عمل حجت اور دلیل ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴾[3](ترجمہ: ہم نے آپ پر ذکر (قرآن کریم) نازل کیا ہے تاکہ لوگوں کی طرف جو کچھ نازل کیا ہے آپ ان کے سامنے ان کی تشریح و توضیح کریں شاید کہ وہ غور و فکر کریں).

لہذا رسول اکرم ﷺ کا عمل قرآن کریم میں بیان کردہ اللہ تعالیٰ کی منشاٗ اور مراد کی توضیح و تشریح ہے.

اور ہمیں نبی اکرم ﷺ کی اتباع اور پیروی کا حکم دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿ قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾[4](ترجمہ: اے نبی ﷺ فرمادیجئے: اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت بھی کرے گا اور تمہارے گناہ بھی بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے).

---

[3] سورۃ النحل آیت:(44).

[4] سورہ آل عمران آیت:(31).

اور نبی اکرم ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ: " صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي "
(یعنی تم اسی طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھتے ہو)[5].

لہذا اگر اللہ تعالٰی کوئی حکم دے اور رسول اکرم ﷺ کسی معین صورت میں اس کو عملی جامہ پہنائیں تو اس حکم کی تنفیذ کیلئے آپ کی اختیار کردہ صورت اور طریقہ ہی اس حکم الٰہی کا بیان اور تفسیر ہو گی، چنانچہ یہ بات غیر معقول ہے کہ آیت کریمہ میں ذکر شدہ اوقات نماز تو تین ہوں اور نبی اکرم ﷺ پانچ اوقات میں نماز کی ادائیگی کا اہتمام کریں، اور اس کی تفسیر پانچ اوقات سے کریں.

پھر اللہ تعالٰی کو منظور ہوا کہ وہ اپنے فضل سے میری رہنمائی کرے اور میری جان کو راحت وسکون مہیا کرے اور میرے دل کی علمی تشنگی کو ختم کرے، تو اس نے مجھے قرآن کریم سے رہنمائی حاصل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائی، تو میں نے دیکھا کہ قرآن کریم کی بہت سی آیات مبارکہ ہیں جو واضح طور پر ان پر غور وفکر کرنے والوں کیلئے اوقاتِ نماز کو بیان کرتی ہیں، اور ان اوقات نماز کو اللہ تعالٰی نے صرف ایک ہی آیت مبارکہ میں بیان نہیں کیا، بلکہ بہت سی آیات ملکر ان کی وضاحت کرتی ہیں.

پس تمام تعریفیں اللہ تعالٰی ہی کیلئے ہیں.

---

(5) صحیح بخاری، کتاب الاذان، حدیث نمبر (631).

پہلی فصل:

سورہ بنی اسرائیل کی آیت:

﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَىٰ غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ ۖ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا﴾[6]

(ترجمہ: نماز قائم کیجئے زوالِ آفتاب سے لیکر رات کے اندھیرے تک، اور فجر کے قرآن کا بھی اہتمام کرو، کیونکہ فجر میں قرآن کی تلاوت کا وقت فرشتوں کی حاضری کا وقت ہوتا ہے).

---

[6] سورۃ بنی اسرائیل آیت:(78).

نقطہ آغاز: قرآن کریم ہی اساسی مرجع ہے

قرآن کریم کا بیان ہر قسم کے اختلاف اور نزاع کے وقت فیصلہ کن اور حق و باطل میں تمیّز کرنے والا ہے، اور جو بات بھی قرآن کریم کے خلاف ہو وہ مردود اور باطل ہے، یہ وہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جسمیں دو مسلمانوں کا بھی آپس میں اختلاف نہیں ہے. لہذا ہمیں چاہئے کہ ہم شروع ہی سے قرآن کریم کی طرف رجوع کریں اور جدال و مناظرہ اور اختلاف جیسے تکلیف دہ امور اور ذہنی کوفت سے اپنے تئیں راحت و سکون مہیا کریں.

اور قرآن کریم نے اوقاتِ نماز کی تحدید کیلئے بہت سی آیات مبارکہ میں اپنا فیصلہ سنایا ہے، چنانچہ ہمیں چاہئے کہ ہم ان آیات کو ایک دوسرے کے ساتھ ملائیں اور ان کا آپس میں ربط قائم کریں، جسے اُصول الفقہ کی رو سے " الجمع بین أطراف الأدلة" یعنی دلائل کے اطراف کو جمع کرنا، کہا جاتا ہے. ایسا کرنے سے ہمارا مقصود کھل کر سامنے آجائے گا.

گویہ قاعدہ بہت سے لوگوں کے ذہنوں سے غائب ہوتا ہے، چنانچہ وہ اوقاتِ نماز کی تحدید میں وارد شدہ بہت سی آیات مبارکہ سے صرفِ نظر کرکے ایک ہی آیت کو اوقاتِ نماز کی تحدید کیلئے دلیل بناتے اور پھر اسکی ایسی تفسیر کرتے ہیں جو اس کو حقیقی مفہوم سے خارج کر دیتی اور اس جیسی بہت سی آیاتِ مبارکہ سے متناقض اور الگ تھلگ بنا دیتی ہے جسے سننے والا ایک سادہ اور عام آدمی جس میں قرآن کریم میں تدبر کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی وہ آسانی سے اسے حکم الٰہی سمجھ کر قبول کر لیتا ہے.

یہ حقیقت اور انصاف پر مبنی علمی اسلوب کا تقاضہ ہے کہ ایک موضوع سے متعلق تمام دلائل کو جمع کیا جائے اور پھر حکم اخذ کیا جائے، ورنہ ہم متشابہات کی پیروی کے جال میں پھنس جائیں گے.

محکم اور متشابہ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿هُوَ الَّذِي أَنزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ ۖ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ ۗ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ ۗ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ﴾[7] (یعنی: اے نبی ﷺ اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات پاک ہے جس نے آپ پر کتاب نازل کی، اس میں دو طرح کی آیات ہیں، ایک محکمات جو کتاب کی اصل بنیاد ہیں). "یعنی جو اختلاف کے وقت مرجع ہیں، کیونکہ وہ اپنی دلالت میں واضح ہیں، اور ان میں کوئی احتمال یا اشتباہ نہیں ہے". ﴿وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ﴾ (اور دوسری متشابہ آیات ہیں) "یعنی ان میں ایک سے زیادہ معانی کا احتمال اور اشتباہ ہے، چنانچہ جس نص میں اشتباہ پایا جائے یا کئی معنوں کا احتمال موجود ہو تو معانی کی تحدید کرنے والی کسی محکم آیت کی طرف رجوع کئے بغیر اس کے کسی ایک معنی مفہوم کو کسی خاص مسئلہ کیلئے دلیل بنانا درست نہیں ہے. اور ایسا نہ کرنے والا ان لوگوں کے زمرے میں ہی شمار ہوگا جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ﴾ (یعنی: جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھ ہے وہ فتنہ کی تلاش میں ہمیشہ متشابہات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں). لہذا جو شخص محکم کو چھوڑ کر متشابہ کو اپنے لئے حجت بنائے گا وہ "اہل زیغ" میں سے ہے.

---

[7] سورہ آل عمران آیت: (7).

کیونکہ اگر متشابہ آیات کو محکم آیات سے جدا کر دیا جائے تو یقینی طور پر اس کی مراد کی تعیین اللہ تعالٰی کے علاوہ کوئی نہیں کر سکتا، اور آیتِ مبارکہ میں بھی اسی طرف اشارہ ہے: ﴿وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ﴾ (یعنی: اس کا حقیقی مفہوم اللہ تعالٰی کے علاوہ کوئی نہیں جانتا). مگر وہ لوگ جو متشابہ آیات کے مفہوم کو محکم آیات کی روشنی میں سمجھنے پر موقوف کرتے ہیں، اور اگر مفہوم سمجھ میں نہ آئے تو ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کرتے ہیں، وہی لوگ علم میں پختہ ہیں، اور یہی وہ لوگ ہیں جن کا تذکرہ آیتِ مبارکہ میں ہے: ﴿وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ﴾ (یعنی: اور جو لوگ علم میں پختہ کار ہیں وہ کہتے ہیں: ہم ان سب پر ایمان لائے، یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہی ہے، اور کسی چیز سے صحیح سبق صرف دانشمند لوگ ہی حاصل کرتے ہیں).

لیکن " اہل زیغ" یعنی متشابہات کے پیچھے پڑنے والوں کا معاملہ اس کے برعکس ہے کہ وہ آیات محکمات کے واضح حکم کے بارے میں توقف اختیار کرتے اور اس کے مفہوم کو پردۂ خفا میں رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، اور اسے کبھی بھی حجت اور دلیل نہیں بناتے، کیونکہ وہ دلیل ان کے کام کی نہیں ہوتی، ان کا کام تو محتملات اور متشابہات سے بنتا ہے، جسے وہ اپنے مقاصد کیلئے استعمال کر سکیں، اور اپنی مرضی سے اس کا مفہوم اخذ کر سکیں، چنانچہ آپ ان کو دیکھیں گے کہ وہ ہمیشہ انہی کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں.

ہم اس کی تفصیل کبھی پھر بیان کریں گے، آیئے ہم آیت کریمہ کے بیان کی طرف لوٹتے ہیں.

سورہ بنی اسرائیل کی آیت میں اشتباہ

آیت میں اشتباہ کا مقام حرف جر (إِلَىٰ) ہے. وہ اسکی تفسیر حرف عطف (واؤ) سے کرتے ہیں، باوجود اسکے کہ دونوں حروف میں لفظی اور معنوی اختلاف پایا جاتا ہے، کیونکہ حرف جر (إِلَىٰ) کسی چیز کی غایت اور انتہاء کو معلوم کرنے کا فائدہ دیتا ہے، مثلاً آپ کا یہ کہنا: (دَاوَمْتُ فِي الدَّائرَةِ مِنَ الْيَومِ الْأَوَّلِ فِي الشَّهْرِ إِلَى الْيَومِ الثَّلَاثِيْنَ) کہ میں نے ادارہ میں مہینے کی پہلی تاریخ سے (30) تیس تاریخ تک ڈیوٹی سرانجام دی ہے. تو (إِلَىٰ) کے استعمال سے ہمیں معلوم ہوا کہ آپ نے کئی دنوں تک ڈیوٹی سرانجام دی ہے نہ کہ صرف دو دن کیلئے.

اور اگر آپ یہ کہتے ہیں: (دَاوَمْتُ الْيَومَ الْأَوَّلَ وَ الْيَومَ الثَّلَاثِيْنَ)، اور (إِلَىٰ) کی جگہ حرف عطف (واؤ) استعمال کرتے ہیں تو اس کا مفہوم بالکل بدل جاتا ہے اور کئی دنوں کے بجائے صرف دو دن یعنی (یکم تاریخ) اور تیس (30) تاریخ کی ڈیوٹی سرانجام دینا سمجھا جاتا ہے.

جبکہ پہلی مثال میں دوام " یعنی ڈیوٹی " کے دن دو سے زیادہ ہیں، اور اس عبارت میں ایام کی تحدید نہیں ہوئی، بلکہ اس دوام کے کلّی وقت کی تحدید ہو چکی ہے کہ آپ نے ڈیوٹی کب شروع کی اور کب تک سرانجام دی. اور جہاں تک اس دورانئے میں ایام کی تحدید کا تعلق ہے تو اس کے لئے ادارے کے نظام کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے، جس کے ذریعے موظف کو ڈیوٹی اور چھٹی کے ایام کی معرفت حاصل ہوتی ہے. اگر نظام ایسا ہو کہ جس میں ایک دن ڈیوٹی اور ایک دن چھٹی ہوتی ہے تو پھر ڈیوٹی کے ایام پندرہ (15) دن

ہوتے ہیں، اور اگر ڈیوٹی کے ایام جمعۃ المبارک کے علاوہ باقی تمام ایام ہوں تو اس طرح ڈیوٹی کے دن تقریبا چھبیس(26) بنیں گے،اور اسی طرح قیاس کر لیجئے.

اور اگر آپ یہ کہیں کہ:(الدوام في المدرسة من الساعة الثامنة صباحا إلى الساعة الواحدة ظهرا) کہ اسکول میں پڑھائی کے اوقات صبح آٹھ بجے سے لے کر ایک بجے ظہر تک ہیں. تو اس عبارت میں صبح آٹھ بجے سے ایک بجے تک کتنے پیریڈز ہوتے ہیں اس کی وضاحت نہیں ہے.

اس عبارت میں تو اسکول کے وقت کی ابتداء سے لیکر انتہاء تک صرف وقت بتلایا گیا ہے، جہاں تک پیریڈز کی تعداد کا تعلق ہے تو ان کی جانکاری کیلئے کسی اور دلیل کی ضرورت ہے.

اس قاعدہ کو ذہن میں رکھتے ہوئے آیت مبارکہ کی دوبارہ تلاوت کیجئے اور اس بات کا خیال رکھئے کہ آیت مبارکہ میں حرف جر(إِلَىٰ) مذکور ہے نہ کہ حرف عطف(واؤ).

فرمان الٰہی ہے: ﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَىٰ غَسَقِ اللَّيْلِ﴾، یعنی اس آیت میں ﴿إِلَىٰ غَسَقِ اللَّيْلِ﴾ مذکور ہوا ہے نہ کہ ﴿وَغَسَقِ اللَّيْلِ﴾. اور دونوں عبارتوں میں وہی فرق ہے جو کہ:" دَاوَمْتُ مِنَ الْيَومِ الْأَوَّلِ إِلَى الْيَومِ الثَّلَاثِيْنَ " اور" دَاوَمْتُ الْيَومَ الْأَوَّلَ وَ الْيَومَ الثَّلَاثِيْنَ " میں ہے. اگر آیت کریمہ اس طرح ہوتی: ﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ وَغَسَقِ اللَّيْلِ﴾، تو نماز کے دو ہی وقت ہوتے، یعنی: 1- دُلُوكِ الشَّمْسِ "زوال آفتاب". 2- غَسَقِ اللَّيْلِ"رات کی تاریکی".

لیکن اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے: ﴿إِلَىٰ غَسَقِ اللَّيْلِ﴾، جس کا مفہوم یہ ہے کہ اقامتِ نماز کا وقت ''دُلُوكِ الشَّمْسِ''یعنی آفتاب کے زوال سے شروع ہوتا ہے اور ''إِلَىٰ غَسَقِ اللَّيْلِ'' رات کی تاریکی خوب چھا جانے تک جاری رہتا ہے، یعنی نمازِ عشاء تک.

اور زوالِ آفتاب اور ظلمتِ شب کے پھیلنے کے درمیان چار اوقات ہیں، جیسا کہ اس آیت کے علاوہ باقی آیات مبارکہ میں مذکور نمازوں سے متعلق اسلام کے نظام الأوقات میں معروف ہے.

آیت مبارکہ میں وقت کی تحدید ہے تعداد اوقات نہیں ہے

آیت مبارکہ کی لفظی ترکیب صرف ابتداء سے آخر تک کے وقت کی تحدید تو کرتی ہے لیکن اوقاتِ نماز کی تعداد نہیں بتاتی. (دُلُوكِ الشَّمْسِ) ''زوال آفتاب'' سے (غَسَقِ اللَّيْلِ) ''رات کی تاریکی'' کے مابین اوقات کی تعداد کتاب وسنت کی دیگر نصوص سے ثابت ہے، اگر ہم یہ فرض کرلیں کہ ان نصوص سے اوقات کی تعداد کم یا زیادہ ثابت ہوتی ہے تو آیت مذکورہ میں ان سب باتوں کا احتمال موجود ہے.

چنانچہ بنی اسرائیل میں یہ احتمال بھی ہے کہ مذکورہ اوقات، زوالِ آفتاب سے ظلمتِ شب کے پھیلنے کے مابین ہر ایک یا دو گھنٹے کے بعد نماز کا وقت ہے. اگر شرعی نصوص سے یہ ثابت ہو جائے تو آیت مبارکہ: ﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَىٰ غَسَقِ اللَّيْلِ﴾ بلا اشکال ان دونوں امور پر دلالت کی صلاحیت رکھتی ہے. لیکن نصوص شرعیہ تو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اوقاتِ نماز کی تعداد چار ہے. اگر نصوص سے اوقات کی تعداد اس سے کم یا زیادہ ثابت ہو جائے تو ہم اسی کو تسلیم کریں گے. چنانچہ آیت مذکورہ ہر صورت میں ہماری دلیل بنتی ہے، اور جہاں تک پانچویں اور آخری وقت کی تعیین کا تعلق ہے تو اس کی تعیین تو اس فرمان الٰہی سے ہو جاتی ہے: ﴿وَقُرْآنَ الْفَجْرِ ۖ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا﴾، اور یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ اس مقام پر حرف عطف (واؤ) کا ذکر کیا گیا ہے نہ کہ حرف جر (إِلَىٰ) کا، لیکن دونوں مقامات پر تعبیر مختلف کیوں ہے؟

آیت میں اس مقام پر حرف عطف (واؤ) کا استعمال اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ (واؤ) عاطفہ کے بعد مذکورہ وقت ایک ہی ہے نہ کہ زیادہ اوقات، اور غسقِ نمازِ عشاء سے ''

الفجر'' تک اس کے درمیان کوئی فرض نماز نہیں ہے. اور اگر آیت اس طرح ہوتی: '' إِلَىٰ قُرْآنِ الْفَجْرِ '' تو اس کا مفہوم یہ ہوتا کہ عشاء اور فجر کے درمیان اور بھی نمازیں فرض ہیں، چنانچہ ان دو اوقات کے درمیان اور کوئی فرض نماز نہیں تھی اسلئے حرف عطف ''واؤ'' کو لایا گیا، اور فرمایا: ﴿وَقُرْآنَ الْفَجْرِ﴾ یہ نہیں فرمایا: '' إِلَىٰ قُرْآنِ الْفَجْرِ ''، اس سے بخوبی واضح ہوا کہ صرف ایک نماز باقی ہے اور وہ فجر کے وقت ہے، اور یہ ہے حکمت پہلی مرتبہ حرف جر (إِلَىٰ) اور دوسری مرتبہ حرف عطف (واؤ) کو ذکر کرنے میں.

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آیت مبارکہ میں اوقاتِ نماز کی تعداد کو متعین نہیں کیا گیا بلکہ نمازوں کیلئے مقرر شدہ وقت کی تعیین کی گئی ہے، اور تعیین عدد اور تحدید وقت میں فرق واضح ہے، لہٰذا اس فرق کو ملحوظ رکھنا چاہئے.

اور امامیہ (شیعہ) کے معتبر اور قابل اعتماد مصادر میں وارد شدہ نصوص بھی اسی چیز کی موافقت اور مطابقت کرتی ہیں، چنانچہ علامہ قمی نے حضرت ابو جعفرؒ سے روایت کیا ہے کہ '' فِيمَا بَينَ دُلُوكِ الشَّمسِ إِلَى غَسَقِ اللَّيلِ أربعَ صلواتٍ... '' ترجمہ: زوالِ آفتاب اور تاریکیٔ شب کے چھاجانے کے درمیان چار نمازیں ہیں جن کے اللہ تعالیٰ نے (الگ الگ) نام رکھے ہیں، اور ان کا وقت بیان کیا ہے، اور '' غَسَقِ اللَّيلِ '' سے مراد رات کا نصف ہے، پھر فرمایا: ''وَقُرآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا'' اور یہ پانچویں نماز ہے، اور اسی کے بارے میں فرمایا: '' أَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ ''(اور دن کے دونوں اطراف میں نمازیں قائم کرو)، ''وَطَرَفَاهُ'' یعنی دن کے دونوں اطراف

سے مراد مغرب اور ظہر کی نمازیں ہیں، اور "وَزُلَفا من اللیل" سے مراد عشاء کی نماز ہے[8].

لہٰذا جو شخص اس آیت مبارکہ سے استدلال کرتے ہوئے اوقاتِ نماز کی تعداد تین مقرر کرے اور اس پر اوقاتِ نماز کی تعداد کا مسئلہ مشتبہ ہو چکا ہو اور وہ صحیح بات کو سمجھنے سے قاصر رہا ہو تو اس کے سامنے اس شبہ کو واضح کیا جائے، اور اسے صحیح موقف سے آگاہ کیا جائے، اگر اس کے باوجود وہ اپنی بات پر مصر رہے تو پھر وہ "اہلِ زیغ" میں شمار ہو گا. اللہ ہمیں بھی اور آپ کو بھی کج روی سے محفوظ رکھے: ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ﴾[9] (اے ہمارے رب! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دل ٹیڑھے نہ کردے اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، یقیناً تو ہی بہت بڑی عطا دینے والا ہے).

---

[8] الکافی از کلینی: (271/1)، من لایحضرہ الفقیہ از صدوق: (196/1).

[9] سورہ آل عمران آیت: (8).

نصیحت

برادر مسلم!

اے وہ شخص جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف دل میں سموئے ہوئے ہے، اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہونے اور اس کے سامنے جواب دہی کے خوف سے جس پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے، کیا تمہیں یہ شعور ہے کہ تم کو اللہ تعالیٰ کے سامنے دو حالتوں میں کھڑا ہونا ہے، ایک دنیا میں اور دوسرا آخرت میں، پہلے وقوف میں جس قدر تو ثابت قدمی کا مظاہرہ کرے گا اسی حساب سے تجھے دوسرے موقف میں ثابت قدمی نصیب ہو گی.

پہلا وقوف: حالتِ نماز میں آپ کا اللہ کے سامنے کھڑا ہونا ہے.

دوسرا وقوف: یومِ حساب کو برائے محاسبہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا ہے.

کیا عقلی اور شرعی طور پر یہ مناسب اور درست ہے کہ دین پر عمل کرنے میں حریص اور اپنے رب سے ڈرنے والا مسلمان ایسے عظیم عمل کے بارے میں جو اس کیلئے ذخیرۂ آخرت ہے، متشابہات کی طرف رجوع کرے اور ظن واحتمال اور قیل وقال پر اس کی بنیاد رکھے؟

کیا یہ زیادہ اولیٰ اور بہتر نہیں کہ وہ اس سلسلے میں خوب تحقیق وتدقیق سے کام لے اور واضح دلائل کو اختیار کرے، اور محکم وواضح دلائل کی روشنی میں اپنے دین کی حقیقت کو سمجھے، کیونکہ جنت یا دوزخ کا استحقاق اسی پر موقوف ہے، اور اس کی قیمت نفسِ انسانی ہے، لہٰذا کوئی صاحبِ عقل ودانش اپنے نفس کو دھوکہ کیسے دے سکتا ہے، اور دین کے بارے

میں خسارے کا سودا کیسے کر سکتا ہے ؟ جب حصولِ نفع کے یقینی وسائل معلوم و میسر ہوں تو پھر اس سے منہ موڑ لینے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں مبتلا کرنے کی آخر کیا وجہ ؟

چنانچہ جب کوئی مسلمان ہر نماز کو اس کے وقت پر ادا کرے تو کوئی مسلمان بھی اس پر اعتراض کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا اور نہ ہی یہ کہہ سکتا ہے کہ آپ کی نماز باطل ہے، اور یہ شریعت کے خلاف ہے، بلکہ اس کے بر عکس وہ اس کی نماز پر دلی سکون اور اس کے صحیح ہونے پر قلبی اطمینان کا اظہار کرے گا، لیکن اگر وہ اس نماز کو اس کے اصلی وقت کے علاوہ دوسرے وقت میں ادا کرے گا تو وہ کسی طرح سے بھی مطمئن نہیں ہو گا بلکہ وہ ہمیشہ غیر یقینی کیفیت کا شکار رہے گا، اس بارے میں اس کا کیا خیال ہے کہ اگر اسی حالت میں اس کی موت ہو گئی اور مرنے کے بعد اس کو معلوم ہوا کہ اسکا طریقہ کار غلط تھا تو وہ کیا کہے گا؟ تو پھر خطرات سے گھرا ہوا معاملہ کیوں ؟ جب کہ اس کا آسان اور متفق علیہ نعم البدل موجود ہے، اور وہ ہے: **ہر نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا.**

آیت مبارکہ ہر نماز کو وقت پر ادا کرنے کی دلیل ہے نہ کہ جمع کرنے کی

آیتِ مبارکہ میں غور وتدبر کرنے والا محسوس کرتا ہے کہ یہ آیت ہر نماز کو الگ الگ اپنے وقت میں ادا کرنے پر دلالت کرتی ہے، اور اس میں نمازوں کو جمع کرکے ادا کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے.

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَىٰ غَسَقِ اللَّيْلِ﴾[10] (ترجمہ: زوالِ آفتاب سے لیکر ظلمتِ شب کے چھا جانے تک کے دوران نماز قائم کیجئے). اور ''غسق اللیل'' کا معنی ہے سخت تاریکی اور اندھیرا، اور '' الغاسق'' سخت اندھیری رات کو کہا جاتا ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے: ﴿وَمِن شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ﴾[11] (ترجمہ: اور اندھیر رات کی تاریکی کے شر سے جب اس کا اندھیرا پھیل جائے).

جس کا مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان پر فرض قرار دیا ہے کہ ہر روز اس کی ادائیگی نماز کے وقت کی انتہاء سخت اندھیرا چھا جانے تک ہے. یعنی اس کی آخری نماز عشاء کی نماز ہے، جو کہ خوب تاریکی پھیلنے کے بعد ادا کی جائے گی نہ کہ اس سے پہلے.

---

[10] سورۃ بنی اسرائیل آیت: (78).

[11] سورۃ الفلق آیت: (3).

اور موجودہ صورتِ حال میں ہم بعض مسلمانوں کی مساجد میں جو مشاہدہ کرتے ہیں کہ وہ غروبِ آفتاب کے بعد اور شب کی تاریکی چھاجانے سے قبل ہی اپنی نمازوں کا اختتام کرلیتے ہیں اور مغرب وعشاء کو ایک ہی وقت میں جمع کرکے مغرب کے وقت افق پر جو سرخی ہوتی ہے اس کے غائب ہونے اور ''غسق اللیل'' تاریکی شب کے چھاجانے سے پہلے ہی ادا کرلیتے ہیں، ان کا یہ عمل آیت کے مفہوم کے خلاف ہے. کیونکہ آیت مبارکہ میں تو ارشاد ہے: ﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَىٰ غَسَقِ اللَّيْلِ﴾[12](نماز قائم کیجئے زوالِ آفتاب سے لیکر رات کے اندھیرے تک)، لہٰذا ان کا یہ عمل درست نہیں، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے امر ومنشأ کے خلاف ہے.

---

[12] سورۃ بنی اسرائیل آیت:(78).

قرآن کریم کے سب سے بہتر مفسر رسول اللہ ﷺ ہیں

اللہ جل شانہ اپنے رسول مکرم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ ۗ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾[13] (پچھلے رسولوں کو بھی ہم نے روشن نشانیاں اور کتابیں دے کر بھیجا تھا، اور اب یہ ذکر آپ پر نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کے سامنے اُس تعلیم کی تشریح و توضیح کرتے جائیں جو اُن کے لیے اتاری گئی ہے، اور تاکہ لوگ (خود بھی) غور و فکر کریں).

نیز فرمایا: ﴿وَمَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ ۙ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾[14] (ہم نے یہ کتاب آپ پر اس لیے نازل کی ہے کہ آپ اُن اختلافات کی حقیقت اِن پر کھول دیں جن میں یہ پڑے ہوئے ہیں، یہ کتاب رہنمائی اور رحمت بن کر اتری ہے اُن لوگوں کے لیے جو اِسے مان لیں).

اور رسول اکرم ﷺ کا یہ بیان (قرآن کریم کی تفسیر و توضیح) یا قولی ہوگا یا فعلی یا تقریری.

اب ہم اس مسئلے کی طرف آتے ہیں جس میں ہمارے درمیان اختلاف ہے. کیا رسول اللہ ﷺ نے اس کی بھی توضیح و تشریح کی ہے یا نہیں؟ یا یہ کہ اسے بغیر وضاحت

---

[13] سورۃ النحل آیت: (44).

[14] سورۃ النحل آیت: (64).

کئے بطور معمہ چھوڑ دیا ہے؟ جی ہاں! نبی اکرم ﷺ نے قولی، فعلی اور تقریری تینوں طریقوں سے اس کی تشریح اور تفسیر کی ہے، اور نبی اکرم ﷺ کا قول و فعل اور تقریر قرآن کریم کا بیان اور تفسیر ہے.

اب ہم سوال کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرض نماز کتنے اوقات میں ادا کیا کرتے تھے؟ اگر آپ کا دائمی معمول تین اوقات میں فرض نماز ادا کرنے کا تھا تو اختلاف ختم ہے، اور نماز کے تین ہی اوقات تسلیم کر لئے جائیں گے، لیکن اگر بالاتفاق یہ چیز ثابت ہو جائے کہ رسول اکرم ﷺ پانچوں فرض نمازوں کو پانچ مختلف اوقات میں ادا کرتے تھے، تو کیا آپ کا یہ عمل اور بیان اختلاف کو ختم کرنے کیلئے کافی نہیں ہے؟ کیونکہ رسول اللہ ﷺ ہی اللہ تعالی کے خطاب کو سب سے زیادہ سمجھنے والے اور اس کی توضیح و تشریح کرنے والے اور اللہ تعالی کی منشأ کے مطابق اس پر عمل کرنے والے ہیں.

نبی اکرم ﷺ نے پانچ مختلف اوقات میں فرض نماز ادا کی ہے

مسلمانوں کے مابین اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ نبی اکرم ﷺ نماز پنجگانہ کو پانچ اوقات میں ادا کیا کرتے تھے، اور آپ کی مسجد سے دن اور رات میں پانچ مرتبہ اذان کی صدا بلند ہوتی تھی نہ کہ تین مرتبہ. سوائے چند استثنائی صورتوں اور رہنگامی حالات کے. مثلا: سفر، بیماری، بارش اور سخت سردی کے وقت امت کو مشقت میں پڑنے سے بچانے اور بیانِ جواز کیلئے آپ نے نمازوں کو جمع کیا ہے، اور جہاں تک اذان و نماز کے عام قاعدے اور قانون کا تعلق ہے تو وہ پانچ مرتبہ، پانچ اوقات میں ہے.

اور آپ کا یہ عملی بیان اور تطبیق بخوبی واضح اور اس سلسلے میں وارد شدہ قرآنی نصوص کے عین موافق ہے.

اور ہمارے خیال کے مطابق ہر مسلمان جس کے دل میں رسول پاک ﷺ کی عظمت ہے اور وہ آپ ﷺ کی اتباع کرنے والا ہے، اس کے لئے نزاع واختلاف کے خاتمہ کیلئے آپ ﷺ کی یہ تشریح اور توضیح کافی ہے.

لہٰذا ہمیں اپنی مساجد میں معمول کے مطابق پانچوں فرض نمازیں پانچ اوقات میں ہی ادا کرنی چاہئیں، الا یہ کہ کوئی عذر یا مجبوری ہو تو جمع کر کے تین اوقات میں بھی ادا کی جاسکتی ہے، کیا یہ طریقہ اور فارمولا منطقی اعتبار سے درست اور منقول و معقول کے عین مطابق نہیں ہے؟

اسی پر خلفائے راشدین جن میں سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں، عمل پیرا رہے ہیں، چنانچہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ پانچوں فرض نمازوں کو پانچ مختلف اوقات میں ہی ادا کیا کرتے تھے، اور ان سے یہ ثابت نہیں ہے کہ کوفہ میں ان کی مسجد میں یا ان کے عہد خلافت میں کسی اور مسجد میں صرف تین مرتبہ اذان دی جاتی تھی، اور ان کے بعد مشرق و مغرب یعنی پوری دنیا میں مسلمانوں کا یہی عمل جاری رہا ہے.

ہر نماز کو الگ اپنے وقت پر ادا کرنا بالاتفاق افضل ہے

اگر آپ کسی بھی ایسے عالم سے سوال کریں جو کہ نمازوں کو جمع کر کے ادا کرنے کا قائل ہے کہ نمازوں کو جمع کر کے ادا کرنا افضل ہے یا کہ الگ الگ ہر نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا افضل ہے؟ تو وہ یہی جواب دے گا کہ ہر نماز کو الگ الگ اپنے وقت پر ادا کرنا افضل ہے، اور جمع کرنا صرف جواز کی حد تک ہے، واجب نہیں ہے.

ایسی صورت میں جو شخص افضل صورت پر عمل کرنا چاہتا ہے اور اجر عظیم حاصل کرنے کا متمنی ہے وہ کہاں جائے؟ جب کہ مساجد میں تو تین ہی اوقات میں اذان دی جاتی ہے، اور مساجد تین ہی اوقات میں نماز کیلئے کھولی جاتی ہیں، یعنی فجر، ظہر اور مغرب میں۔ تو ہم کیوں نہ پانچ اوقات میں اذان دیں اور پانچ اوقات میں بھی مسجدیں نماز کیلئے کھول دیں، تاکہ جو افضل عمل کو اختیار کرنا چاہتا ہے اس کو بھی موقع دیں کہ وہ ہر نماز کو اس کے وقت پر ادا کر سکے، اور جو نمازیں جمع کر کے ادا کرنا چاہتا ہے تو اس کی مرضی سے وہ بھی تین اوقات میں بآسانی نماز ادا کر سکتا ہے، آخر ہم ایسا کیوں نہیں کرتے؟ اور کیوں ایک مفضول عمل پر مصر ہیں؟ اور جو شخص افضل عمل کر کے فضیلت حاصل کرنا چاہتا ہے ہم اس کو بھی موقع فراہم نہیں کرتے!.

فعل مباح جب حرام کی طرف لے جائے تو وہ حرام ہے

شرعی طور پر یہ بات معلوم ہے کہ اگر کسی مستحب فعل (جو کہ مباح سے درجہ میں بلند ہے) پر عمل کرنے سے کسی واجب کا فوت ہونا لازم آئے تو اس مستحب عمل کو اختیار کرنا جائز نہیں ہے. مثلا: اگر کسی شخص کی نمازِ عصر رہتی ہو اور وقت اتنا تنگ ہو کہ بمشکل فرض نماز ہی ادا کی جاسکتی ہو اور یہ خدشہ ہو کہ اگر فرض سے پہلے نفل ادا کی جائے تو سورج غروب ہو جائے گا، تو ایسی صورت میں نفل ادا کرنا جائز نہیں، بلکہ فرض نماز ادا کی جائے گی اور اسی طرح فجر کی نماز اگر خدشہ ہو کہ نفل ادا کرنے سے آفتاب طلوع ہو جائے گا تو فرض نماز ادا کرنی چاہیئے.

حالانکہ نفل نماز ادا کرنا مستحب ہے، لیکن ایسی ہنگامی حالت میں نفل ادا کرنا درست نہیں جب کہ فرض چھوٹ جائے یا قضا ہونے کا اندیشہ ہو. اسی طرح اگر مباح کو اختیار کرنے سے واجب کا ترک لازم آئے تو اسے اختیار کرنا بھی جائز نہیں ہے. بلکہ معاملہ اس سے بھی بڑھ کر ہے، کیا یہ بات معقول ہے کہ ہم سو دینار منافع کے حصول کیلئے ہزار دینار کا نقصان برداشت کریں؟ اور یہی معاملہ ہے نمازیں جمع کرنے کا، کہ ایسا کرنا زیادہ سے زیادہ جائز ہے، مگر اس سے امت تفرقہ اور اختلاف کا شکار ہوئی، اور ہر گروہ اپنی مسجد اور اپنے اوقات میں اذان دینے اور نماز ادا کرنے پر مجبور ہے، تو یہ بات کیسے درست ہو سکتی ہے؟ اور اختلافِ امت اور فرقہ پرستی کو ہوا دینے کا یہ گناہ کس کے سر پر ہو گا؟

دوسری فصل

قرآن کریم میں

اوقاتِ نمازِ پنجگانہ

قرآن کریم میں نماز پنجگانہ کا ثبوت

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَاذْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ ۚ فَإِذَا اطْمَأْنَنتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ ۚ إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا ﴾[15](ترجمہ: پھر جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے، ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے رہو اور جب اطمینان نصیب ہو جائے تو پوری نماز پڑھو، بے شک نماز مقررہ اوقات میں مؤمنوں پر فرض کی گئی ہے).

جس کا مفہوم یہ ہے کہ ہر نماز کیلئے ایک مقرر وقت ہے اور اسی وقت کی مناسبت سے ہر نماز کا نام رکھا گیا ہے، چنانچہ فجر کا وقت اور ہے اور ظہر کا اور، عصر کا وقت ظہر سے الگ ہے اور اسی طرح مغرب کا وقت عشاء کے وقت کے علاوہ ہے. مثلا: اگر آپ اپنے کسی دوست سے کہیں کہ "إئتني عصرا" یعنی عصر کے وقت میرے پاس آؤ، تو وہ بدیہی طور پر عصر کے وقت آپ کے پاس آئے گا، اور اس کے دل میں یہ خیال بھی نہیں گزرے گا کہ عصر سے مراد ظہر ہے، یا اس سے دس منٹ بعد، جیسا کہ کسی عقلی، شرعی اور عرفی دلیل کے بغیر کہا جاتا ہے. اسی طرح اگر آپ اپنے کسی دوست کو کہتے ہیں کہ عشاء کے وقت میرے پاس آؤ، تو وہ کبھی بھی آپ کے پاس غروب آفتاب کے بعد نہیں آئے گا، بلکہ وہ شفق کی سرخی غائب ہونے اور تاریکی پھیلنے کے بعد نماز عشاء کے وقت میں ہی آئے گا. یقین نہیں آتا تو آپ تجربہ کر کے دیکھ سکتے ہیں.

---

(15) سورۃ النساء آیت: (103).

اور اللہ تعالیٰ نے نمازوں کے نام ان کے اوقات کے حساب سے رکھے ہیں، اور انہیں ان کے مقررہ اوقات میں ادا کرنے کا حکم دیا ہے، اور یہ اطمینان اور عدم حرج (جنگ، سفر، بارش، بیماری اور دیگر عذر) کے حالات میں ہے، ارشاد ہے: ﴿ فَإِذَا اطْمَأْنَنتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ ﴾ (ترجمہ: اور جب تمہیں اطمینان نصیب ہو جائے تو پھر نماز پوری ادا کرو). یعنی نمازوں کو ان کے اوقات میں ان کے شروط اور ارکان کے مطابق ادا کرو، کیونکہ: ﴿ إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا ﴾[16] (بے شک نماز مقررہ اوقات میں مؤمنوں پر فرض کی گئی ہے).

یہ آیت کریمہ ایسے کلام کے ضمن میں واقع ہوئی ہے جس میں مختلف ہنگامی حالات میں نماز ادا کرنے کی کیفیت بتائی گئی ہے. مثلا: سفر خواہ وہ کسی بھی غرض کے لئے ہو، مثلا: ہجرت کا سفر، طلبِ معاش کیلئے سفر، یا بیماری، یا موت، یا میدانِ جنگ میں ہو. بلاشبہ ایسے ہنگامی حالات میں نمازوں کو جمع کرنا حالات اور ظروف کا تقاضہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اسکے ضمن میں کسی مجبوری، بارش اور بیماری کا بھی ذکر کیا ہے، اور آیت میں اس طرح فرمایا ہے: ﴿ فَإِذَا اطْمَأْنَنتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ ﴾، کہ جب تمہیں ان چیزوں سے امن حاصل ہو جائے، یا یہ عذر ختم ہو جائیں تو پھر نماز کو اس کے شروط وارکان کا خیال رکھتے ہوئے ان کے مقررہ اوقات میں ادا کرو، اور اللہ تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَمَن يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيرًا وَسَعَةً ۚ وَمَن يَخْرُجْ مِن بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ

---

[16] سورۃ النساء آیت: (103).

غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿﴾ وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَن يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ إِنَّ الْكَافِرِينَ كَانُوا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِينًا ﴿﴾ وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِّنْهُم مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِن وَرَائِكُمْ وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَىٰ لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ ۗ وَدَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُم مَّيْلَةً وَاحِدَةً ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن كَانَ بِكُمْ أَذًى مِّن مَّطَرٍ أَوْ كُنتُم مَّرْضَىٰ أَن تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ ۖ وَخُذُوا حِذْرَكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿﴾ فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَاذْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ ۚ فَإِذَا اطْمَأْنَنتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ ۚ إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا ﴾[17](جو کوئی اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا وہ زمین میں پناہ لینے کے لیے بہت جگہ اور بسر اوقات کے لیے بڑی گنجائش پائے گا، اور جو اپنے گھر سے اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کے لیے نکلے، پھر راستہ ہی میں اُسے موت آ جائے اُس کا اجر اللہ کے ذمے واجب ہو گیا، اللہ بہت بخشش فرمانے والا اور رحیم ہے. اور جب تم لوگ سفر کے لیے نکلو تو کوئی مضائقہ نہیں اگر تم نماز قصر کر لو، (خصوصاً) جبکہ تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ستائیں گے کیونکہ وہ کھلم کھلا تمہاری دشمنی پر تلے ہوئے ہیں. اور اے نبی ﷺ! جب آپ مسلمانوں کے درمیان ہوں اور (حالت جنگ میں) انہیں نماز پڑھانے کھڑے ہوں تو چاہیے کہ ان میں سے ایک گروہ آپ کے ساتھ کھڑا ہو اور اسلحہ لئے رہے، پھر جب وہ سجدہ کر لے تو پیچھے چلا جائے اور دوسرا گروہ جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی ہے آ کر آپ کے ساتھ

---

(17) سورۃ النساء آیات: (100-103).

نماز ادا کرے اور وہ بھی چوکنا رہے اور اپنا اسلحہ لئے رہے، کیوں کہ کفار اس تاک میں ہیں کہ تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان کی طرف سے ذرا غافل ہو تو وہ تم پر یکبارگی ٹوٹ پڑیں. البتہ اگر تم بارش کی وجہ سے تکلیف محسوس کرو یا بیمار ہو تو اسلحہ رکھ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں، مگر پھر بھی چوکنے رہو، یقین رکھو کہ اللہ نے کافروں کے لیے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے. پھر جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے، ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے رہو اور جب اطمینان نصیب ہو جائے تو پوری نماز پڑھو، نماز در حقیقت ایسا فرض ہے جو پابندی وقت کے ساتھ اہل ایمان پر فرض کیا گیا ہے).

اور یہ آیت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مشابہ ہے: ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ ﴿﴾ فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا ۖ فَإِذَا أَمِنتُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾[18] (ترجمہ: نمازوں کی حفاظت کرو، اور بالخصوص درمیانی نماز کی، اور اللہ کے حضور پُرسکون اور خشوع کے ساتھ کھڑے ہو، بدامنی کی حالت ہو تو خواہ پیدل ہو خواہ سوار، جس طرح ممکن ہو نماز پڑھ لو، اور جب امن ہو جائے تو اللہ کو یاد کرو، جس طرح اس نے تم کو سکھلایا ہے، جو تم پہلے نہیں جانتے تھے).

یہ حکم خوف (حالتِ جنگ) سے متعلق ہے، بالکل اسی طرح جیسا کہ سورہ نساء میں ہے: ﴿إِنْ خِفْتُمْ أَن يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ (یعنی: اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ کفار تمہیں پریشان کریں گے). اور ﴿فَإِذَا أَمِنتُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾ (یعنی: جب امن نصیب ہو جائے تو اللہ کو یاد کرو جس طرح اس نے تم کو سکھلایا ہے،

---

(18) سورۃ البقرہ آیات: (238-239).

جو تم پہلے نہیں جانتے تھے)،اس کا تعلق حالتِ امن واطمینان کے ساتھ ہے، یہ حکم سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مشابہ ہے: ﴿فَإِذَا اطْمَأْنَنتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ ۚ إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا﴾ (ترجمہ:اور جب اطمینان نصیب ہو جائے تو نماز کو(اس کی شروط وواجبات اور ارکان کے ساتھ) پوری ادا کرو، بے شک نماز مقررہ اوقات میں مؤمنوں پر فرض کی گئی ہے).

یعنی جب استثنائی اور ہنگامی حالات ختم ہو جائیں تو اصل کی طرف لوٹ آؤ، یعنی پوری نماز ادا کرو، اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ﴾[19] (نمازوں کی حفاظت کرو،اور بالخصوص درمیانی نماز کی، اور اللہ کے حضور پُرسکون اور خشوع کے ساتھ کھڑے ہو). نیز فرمایا: ﴿فَإِذَا اطْمَأْنَنتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ ۚ إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا﴾(ترجمہ:اور جب اطمینان نصیب ہو جائے تو نماز کو(اس کی شروط وواجبات اور ارکان کے ساتھ) پوری ادا کرو، بے شک نماز مقررہ اوقات میں مؤمنوں پر فرض کی گئی ہے). جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جس شخص نے ہنگامی اور استثنائی حالات کے علاوہ عام حالات میں بھی نماز کے تین اوقات ہی مقرر کئے تو وہ نماز پر محافظت کرنے والوں میں نہیں ہے، جو کہ ہر نماز کو اس کے اصلی اور مقررہ وقت پر ادا کرتے ہیں.

چنانچہ ''نہج البلاغہ'' میں امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فرمان منقول ہے، جو انہوں نے محمد بن ابو بکر کو مصر کا گورنر مقرر کرتے وقت بطورِ ہدایات ارشاد

---

(19) سورۃ البقرہ آیت:(238).

فرمایا تھا: ''صَلِّ الصَّلَاةَ لِوَقْتِهَا الْمُؤَقَّتِ لَهَا، ولَا تُعَجِّلْ وَقْتَهَا لِفَرَاغٍ، ولَا تُؤَخِّرْهَا عَنْ وَقْتِهَا لِاشْتِغَالٍ، واعْلَمْ أَنَّ كُلَّ شَيْءٍ مِنْ عَمَلِكَ تَبَعٌ لِصَلَاتِكَ ''(نماز کو اس کے وقت مقررہ پر ادا کیجئے گا، فراغت کے وقت جلدی نہ کرنا، اور مشغولیت کے وقت نماز کو مقرر وقت سے مؤخر نہ کرنا، اور یاد رکھئے! تمہارے تمام اعمال نماز کے تابع ہیں)[20]. یعنی نماز تمام امور سے مقدم ہے، اس کی ادائیگی کا اہتمام صحیح طور پر ہوا تو باقی اور بھی باقاعدگی کے ساتھ سرانجام دیئے جاسکیں گے.

---

[20] نہج البلاغہ مع شرح الشیخ محمد عبدہ: (29/3).

قرآن کریم میں نماز کے نام

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نماز کو مختلف الفاظ سے تعبیر کیا ہے، اور اس کے کئی نام ذکر کئے ہیں:

1-قرآن

کبھی اس کا نام ''قرآن'' ذکر کیا ہے، کیونکہ اس میں قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی ہے، جیسا کہ ارشاد ہے: ﴿إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا﴾[21] (بے شک فجر کی نماز کا وقت فرشتوں کی حاضری کا وقت ہوتا ہے)، یہاں '' قرآن الفجر'' سے مراد ''صلاۃ الفجر'' یعنی فجر کی نماز ہے.

2-ایمان

کبھی اس کا نام '' ایمان'' بھی رکھا ہے، کیونکہ یہ ایمان کے سب سے عظیم اعمال میں سے ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے اس قول کو رد کرتے ہوئے جو کہ انہوں نے مسلمانوں کو بیت اللہ کی طرف رخ کر کے ادا شدہ نمازوں کے بطلان کے بارے میں کہا تھا جبکہ قبلہ تبدیل ہوا اور کعبۃ اللہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنے کا حکم ہوا، یہ کہا: ﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّن يَنقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ ۚ وَإِن كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۗ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ

---

(21) سورۃ بنی اسرائیل آیت: (78).

رَّحِيمٌ ﴾[22] (پہلے جس طرف تم رخ کرتے تھے، اس کو تو ہم نے صرف یہ دیکھنے کے لیے قبلہ مقرر کیا تھا کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹا پھر جاتا ہے یہ معاملہ تھا تو بڑا سخت، مگر اُن لوگوں کے لیے کچھ بھی سخت نہ ثابت ہوا، جو اللہ کی ہدایت سے فیض یاب تھے اللہ تمہارے اس ایمان کو ہر گز ضائع نہ کرے گا، یقین جانو کہ وہ لوگوں کے حق میں نہایت شفیق ور حیم ہے).

اس آیت مبارکہ میں ''ایمان'' سے مراد نماز ہے، کیونکہ ساری گفتگو نماز اور قبلہ کے بارے میں ہے.

3-ذکر

اللہ تعالیٰ نے نماز کو ''ذکر'' بھی کہا ہے، کیونکہ یہ سب سے بڑا ذکر ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴾[23] (اے ایمان والو! جمعہ کے دن نماز کی اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔ یہ تمہارے حق میں بہت ہی بہتر ہے اگر تم جانتے ہو).

اس آیتِ کریمہ میں ''ذکر'' سے مراد نماز ہے.

---

[22] سورۃ البقرہ آیت:(143).

[23] سورۃ الجمعہ آیت:(9).

4- تسبیح

اللہ تعالیٰ نے نماز کا نام ''تسبیح'' بھی رکھا ہے، کیونکہ اس میں بار بار تسبیحات پڑھی جاتی ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَن تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ﴾[24] (ترجمہ: (وہ چراغ) ایسے گھروں میں ہیں جن کے بارے میں اللہ کا حکم ہے کہ ان کی قدر و منزلت کی جائے اور ان میں صرف اسی کا نام لیا جائے، ان (گھروں) میں وہ صبح و شام تسبیح کرتے ہیں).

اس آیتِ مبارکہ میں ''تسبیح'' سے مراد نماز ہے، کیونکہ یہ بات غیر معقول ہے کہ یہاں تسبیح سے مراد عام ذکر ہے، یعنی کوئی شخص نماز کے اوقات میں صرف یہ تسبیح ''سبحان اللہ'' کا ورد کرنے کیلئے مسجد میں آئے اور ''سبحان اللہ'' پڑھ کر مسجد سے چلا جائے، بلکہ مساجد تو بنائی ہی نماز کیلئے جاتی ہیں، اسی لئے اس کے بعد فرمایا: ﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ﴾[25] (ترجمہ: وہ ایسے لوگ ہیں جنہیں کوئی تجارت اور خرید و فروخت اللہ کی یاد اور نماز قائم کرنے سے غافل نہیں کرتی).

اور اس کے بعد تمام مخلوقات کی تسبیحات ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

---

[24] سورۃ النور آیت: (36).

[25] سورۃ النور آیت: (37).

﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُسَبِّحُ لَهُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالطَّيْرُ صَافَّاتٍ ۖ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ ﴾[26] (کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آسمانوں اور زمین کی کل مخلوق اور پر پھیلائے اڑنے والے کل پرند اللہ کی تسبیح میں مشغول ہیں۔ ہر ایک کی نماز اور تسبیح اسے معلوم ہے، لوگ جو کچھ کریں اس سے اللہ بخوبی واقف ہے).

اور اسی بات کی وضاحت میں حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام سے روایت کرتے ہوئے علامہ کلینی لکھتے ہیں:

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِّ (ع) قَالَ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ دَخَلَ وَقْتُ الظُّهْرِ إِلَّا أَنَّ بَيْنَ يَدَيْهَا سُبْحَةً وذَلِكَ إِلَيْكَ إِنْ شِئْتَ طَوَّلْتَ وإِنْ شِئْتَ قَصَّرْتَ .

(یعنی: جب آفتاب ڈھل جائے تو ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے، ہاں اس سے پہلے نفلی نماز ہے، وہ تمہاری مرضی پر منحصر ہے کہ تم چاہو تو لمبی کرو یا مختصر کرو)[27].

5-دعا

اللہ تعالیٰ نے نماز کا ایک نام ''دعا'' بھی رکھا ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ۖ

---

[26] سورۃ النور آیت: (41).

[27] کافی از کلینی: (276/3).

﴾[28](ترجمہ: اور اپنے دل کو ان لوگوں کی معیت پر مطمئن رکھئے جو اپنے رب کی رضا کے طلب گار بن صبح وشام اس کو پکارتے ہیں). یہاں دعا سے مراد نماز ہے.

[28] سورۃ الکہف آیت: (28).

نماز عصر کا وقت

اس بارے میں بہت سی آیاتِ مبارکہ وارد ہوئی ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے: ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلَّـهِ قَانِتِينَ﴾[29] (نمازوں کی حفاظت کرو، اور بالخصوص درمیانی نماز کی، اور اللہ کے حضور پُرسکون اور خشوع کے ساتھ کھڑے ہو).

"الوسط" عربی زبان میں اسے کہا جاتا ہے جو درمیان میں ہو، اور اس کے دونوں اطراف کا فاصلہ برابر ہو، اور ایک سے پانچ تک کی گنتی (1-2-3-4-5) میں (3) کا عدد وسط میں ہے، اور پانچوں نمازوں میں سے ترتیب کے حساب سے تیسرے نمبر پر "نمازِ عصر" ہی آتی ہے، اور یہ دونوں مساوی اطراف کے عین وسط (درمیان) میں واقع ہے، اور پہلی طرف (جانب) میں نماز فجر اور نماز ظہر ہے، اور دوسری طرف (جانب) میں نماز مغرب اور عشاء ہے. جیسا کہ ایک ہاتھ کی پانچ انگلیوں میں سے "وسطیٰ" یعنی درمیانی انگلی کا نمبر بھی تیسرا ہے، اور یہ دونوں اطراف: خنصر اور بنصر، اور سبابہ اور ابہام (انگوٹھا) کے درمیان میں ہے. ہاتھ کی پانچ انگلیوں کو عربی میں (1) خنصر (2) بنصر (3) وسطیٰ (4) سبابہ (5) ابہام، کہا جاتا ہے.

---

[29] سورۃ البقرہ آیت: (238).

نمازفجراور ظہر—نمازِ عصر-نماز مغرب اور عشاء

گذشتہ دلائل اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں یہی تفسیر راجح ہے کہ آیت میں مذکور (الصلاۃ الوسطی) یعنی" درمیانی نماز" سے مراد نمازِ عصر ہے. اور یہی بات امامیہ کے مصادر میں اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کی روایات میں مذکور ہے، لہذا یہی تفسیر سب سے زیادہ قوی اور راجح ہے.

چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جنگ خندق کے موقعہ پر فرمایا تھا: «مَلَأَ اللهُ قُبُورَهُمْ وَبُيُوتَهُمْ نَارًا كَمَا حَبَسُونَا وَشَغَلُوْنَا عَنْ صَلاَةِ الوُسْطَى حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ »

(ترجمہ: اللہ تعالیٰ (ان کفار) کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھرے، جس طرح انہوں نے ہمیں نمازِ وسطیٰ سے مشغول کردیا حتی کہ سورج غروب ہوگیا)[30].

اور صحیح مسلم، مسند احمد اور سنن ابوداود میں یہ الفاظ بھی ہیں: « شَغَلُوْنَا عَنْ صَلاَةِ الوُسْطَى صَلاَةِ الْعَصْرِ »(ترجمہ: انہوں نے ہمیں" درمیانی نماز" یعنی نمازِ عصر سے مشغول کردیا)[31].

---

[30] صحیح بخاری، حدیث نمبر:(2773)، صحیح مسلم، حدیث نمبر:(202-627).

[31] صحیح مسلم، حدیث نمبر:(205-627)،، مسند احمد، حدیث نمبر:(617)، سنن ابوداود، حدیث نمبر:(409).

اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: مشرکین نے نبی اکرم ﷺ کو نمازِ عصر سے مشغول کردیا حتی کہ سورج کا رنگ سرخ یا زرد ہو گیا تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: «شَغَلُونَا عَنِ الصَّلَاةِ الْوُسْطَى، صَلَاةِ الْعَصْرِ، مَلَأَ اللهُ أَجْوَافَهُمْ، وَقُبُورَهُمْ نَارًا»، أَوْ قَالَ: «حَشَا اللهُ أَجْوَافَهُمْ وَقُبُورَهُمْ نَارًا» (ترجمہ: انہوں نے (یعنی کفار نے) ہمیں ''درمیانی نماز'' یعنی نمازِ عصر سے مشغول کئے رکھا، اللہ انکے پیٹ اور قبریں آگ سے بھر دے). ایک اور روایت میں '' مَلَأَ '' کی جگہ '' حَشَا '' کا لفظ ہے جسکا معنی بھی ''بھرنا'' ہی ہوتا ہے.

اور ابن بابویہ قمی نے حضرت ابو جعفر باقر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ بعض قراءات میں یہ الفاظ بھی ہیں: ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ (صَلَاةِ الْعَصْرِ) وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ (فِي صَلَاةِ الْعَصْرِ)﴾.

یعنی '' الصلاۃ الوسطیٰ'' سے مراد ''نمازِ عصر'' ہے، اور '' قوموا للہ قانتین'' کے بعد '' فی صلاۃ العصر'' ہے، یعنی نمازِ عصر میں اللہ کے سامنے خشوع اور سکون کے ساتھ کھڑے ہو[32].

اور علامہ قمی نے سیدنا حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: وأما صلاة العصر فهي أحب الصلوات إلى الله عز وجل

---

[32] من لایحضرہ الفقیہ: (196/1)، فروع الکافی: (271/3).

وأوصاني أن أحفظها من بين الصلوات . (یعنی: نماز عصر اللہ عزوجل کے ہاں سب سے محبوب نماز ہے، اسی لئے اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں باقی نمازوں کی بہ نسبت اسکی زیادہ محافظت کروں)[33].

ان تمام دلائل سے واضح ہے کہ '' الصلاۃالوسطیٰ'' سے مراد نمازِ عصر ہی ہے.

---

[33] من لایحضرۃ الفقیہ:(130/1)، علل الشرائع:(338/3). متدرک الوسائل:(119/3).

نمازِ عصر کا ذکر نمازِ فجر کے ساتھ ہوا ہے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَن تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ۞ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ﴾ (34)

(ترجمہ: (وہ چراغ) ایسے گھروں میں ہیں جن کے بارے میں اللہ کا حکم ہے کہ ان کی قدر و منزلت کی جائے اور ان میں صرف اسی کا نام لیا جائے، ان گھروں (مسجدوں) میں وہ صبح و شام تسبیح کرتے ہیں، وہ ایسے لوگ ہیں جنہیں کوئی تجارت اور خرید و فروخت اللہ کی یاد اور نماز قائم کرنے سے غافل نہیں کرتی، وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جب (مارے دہشت کے) لوگوں کے دل اور ان کی آنکھیں الٹ جائیں گی).

اور یہ بات معروف ہے کہ " اُصیل" کا وقت ظہر کے چند گھنٹے بعد شروع ہو جاتا ہے، چنانچہ جو شخص ظہر کے وقت میں نمازِ عصر ادا کرلے تو اس کا شمار ان لوگوں میں نہیں ہوتا جو غدو اور آصال میں یعنی صبح و شام اللہ کی تسبیح بیان کرتے اور نماز قائم کرتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے.

اور اللہ تعالیٰ نے ان دونوں اوقات کو قرآن کریم کے کئی مقامات پر ایک ساتھ ذکر کیا ہے، جن میں سے بعض آیات یہ ہیں:

---

(34) سورۃ النور آیات: (36-37).

1-فرمان الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ۞ وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا﴾[35] (ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت کے ساتھ کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح کرتے رہو).

چنانچہ جو شخص "اُصیل" کے وقت نماز ادا نہیں کرتا ہے گویا کہ اس نے اس حکم الٰہی پر عمل نہیں کیا، اور کثرت سے اس نے اللہ کا ذکر بھی نہیں کیا، اور یہ ان منافقین کی صفت ہے جن کے بارے میں رب کا یہ ارشاد ہے: ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالَىٰ يُرَاءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا﴾[36] (یہ منافق اللہ کے ساتھ دھوکہ بازی کر رہے ہیں حالانکہ در حقیقت اللہ ہی نے انہیں دھوکہ میں ڈال رکھا ہے جب یہ نماز کے لیے اٹھتے ہیں تو کسمساتے ہوئے محض لوگوں کو دکھانے کی خاطر اٹھتے ہیں، اور اللہ کو تو برائے نام ہی یاد کرتے ہیں).

2-فرمان ہے: ﴿وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَظِلَالُهُم بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ﴾[37] (ترجمہ: اور آسمانوں وزمین کی مخلوقات اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہیں، خوشی سے کریں یا مجبوری سے، اور ان کے سائے بھی صبح وشام اسی کو سجدہ کرتے ہیں).

---

[35] سورۃ الاحزاب آیات: (41-42).

[36] سورۃ النساء آیت: (142).

[37] سورۃ الرعد آیت: (15).

3-فرمان ہے: ﴿وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا﴾[38](ترجمہ: اور صبح و شام اپنے رب کا نام لیا کرو).

لہٰذا اے مسلمان! آپ کیلئے لائق نہیں ہے کہ آپ "اُصیل" جیسے مبارک وقت میں اللہ تعالی کو سجدہ کرنے میں باقی مخلوقات سے پیچھے رہ جائیں.

---

[38] سورۃ الانسان (الدھر) آیت: (25).

غروبِ آفتاب سے قبل

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے کئی دوسرے مقامات پر وقت عصر کی تحدید بھی فرمادی ہے کہ یہ وقت غروبِ آفتاب سے پہلے کا ہے نہ کہ ظہر یا ظہر سے دس منٹ بعد کا وقت ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ﴾[39] (ترجمہ: لوگوں کی بات پر صبر کا مظاہرہ کیجئے، اور طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے اپنے رب کی تسبیح کے ساتھ اس کی حمد کرتے رہئے).

بلاشبہ یہ دونوں اوقات ''طلوعِ آفتاب سے پہلے'' اور '' غروبِ آفتاب سے پہلے'' یہی نمازِ فجر اور نمازِ عصر کے اوقات ہیں.

ایک اور مقام پر یوں فرمایا ہے: ﴿ فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا﴾[40] (ترجمہ: لوگوں کی باتوں پر صبر کا مظاہرہ کیجئے اور اپنے رب کی حمد وثناء بیان کرنے کیلئے اس کی تسبیح پڑھئے طلوعِ آفتاب اور اس کے غروب ہونے سے پہلے).

لہٰذا جو شخص نمازِ عصر کو ظہر کے وقت ادا کرلیتا ہے اس کی غروب آفتاب سے قبل والی نماز کہاں گئی؟ کیا یہ ممکن ہے کہ ہم ''قبل الغروب'' کے لفظ سے ظہر کا وقت مراد لیں یا کہ ممکن ہے کہ ہم کہیں ''قبل الغروب'' سے اللہ تعالیٰ کی مراد ظہر کا وقت ہے؟.

---

[39] سورہ ق آیت:(39).

[40] سورہ طٰہٰ آیت:(130).

وقتِ عصر اور فجر کی قسم

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نمازِ پنجگانہ میں سے صرف انہی دو اوقات کی قسم کھائی ہے، اور یہ صرف باقی اوقات میں سے ان کے امتیاز اور فضیلت کی وجہ سے ہے. کیونکہ انہی دو اوقات میں دن و رات میں مقرر کردہ فرشتے جمع ہوتے ہیں (یعنی فرشتوں کی ڈیوٹی تبدیل ہوتی ہے)، اور فرشتوں کا یہ اجتماع دوسرے اوقات میں نہیں ہوتا، اور انہی اوقات میں نماز قائم کرنے کا بھی حکم دیا گیا ہے، جو کہ ان کی عظمت کی دلیل ہے.

پھر یہ کیسے مناسب ہے کہ ہم ظہر کے وقت پر محافظت کریں لیکن عصر کے وقت کو اہمیت نہ دیں، جس کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے، ارشاد ربانی ہے: ﴿ وَالْعَصْرِ ﴾ ﴿ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ ﴾[41] (ترجمہ: عصر کی قسم! بیشک انسان البتہ خسارے میں ہے). اور اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے نام پر قرآن پاک کی ایک سورت کا نام بھی رکھا ہے، یعنی "سورۃ العصر" جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے وقت یعنی فجر کی بھی قسم کھائی ہے.

ارشاد ہے: ﴿وَالْفَجْرِ ﴾ ﴿ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ﴾[42] (ترجمہ: فجر کی قسم، اور دس راتوں کی قسم). اور اس وقت کے نام پر بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی ایک سورت کا نام رکھا ہے، یعنی " سورۃ الفجر".

---

(41) سورۃ العصر آیات: (1-2).

(42) سورۃ الفجر آیات: (1-2).

آخر کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ''وقتِ عصر'' کی اتنی اہمیت بیان فرمارہے ہیں اور اس میں عبادت کی تاکید کررہے ہیں، اور ہم اسی قدر ہی اسے معمولی سمجھ رہے ہیں، اور اسے اہمیت نہیں دے رہے ہیں؟ ہم اس وقت سے بچنے کیلئے آخر کیوں بہانے ڈھونڈ رہے ہیں، اور اوہام وشبہات کا سہارا لیکر رخصتیں تلاش کررہے ہیں؟.

وقت ''العشیّ'' یعنی عصر کاوقت

اللہ تعالیٰ نے وقت عصر کا ایک اور نام '' العشیّ'' بھی رکھا ہے اور اسے بھی وقتِ فجر کے ساتھ ملا کر ذکر کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کا تذکرہ ان لوگوں کی شان و عظمت بیان کرتے ہوئے کیا ہے جو کہ ان دو انتہائی عظیم الشان اوقات میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، اور رسول اکرم ﷺ کو ان کے ساتھ شفقت کرنے اور ان سے صرفِ نظر نہ کرنے کا حکم بھی دیا ہے، ارشاد ربانی ہے: ﴿ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ۖ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا ﴾(43)(ترجمہ: اور اپنے دل کو اُن لوگوں کی معیت پر مطمئن رکھئے جو اپنے رب کی رضا کے طلب گار بن کر صبح و شام اُسے پکارتے ہیں، اور اُن سے ہر گز نگاہ نہ پھیرو کیا تم دنیا کی زینت پسند کرتے ہو؟ کسی ایسے شخص کی اطاعت نہ کیجئے جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جس نے اپنی خواہش نفس کی پیروی اختیار کرلی ہے اور جس کا طریق کار افراط و تفریط پر مبنی ہے).

نیز فرمایا: ﴿ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ﴾(44)(ترجمہ: اور ان لوگوں کو دور مت کیجئے جو صبح و شام اپنے رب کی رضا جوئی کی خاطر اس کی عبادت کرتے رہتے ہیں).

---

(43) سورۃ الکہف آیت:(28).

(44) سورۃ الانعام آیت:(52).

انبیاء علیہم السلام کو نمازِ فجر اور عصر کا حکم

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت زکریا علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَاذْكُر رَّبَّكَ كَثِيرًا وَسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ﴾[45] (ترجمہ: اور صبح وشام اپنے رب کا ذکر کثرت سے کیا کرو).

اور موسیٰ علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ﴾[46] (ترجمہ: اے نبی ﷺ! صبر کیجئے، اللہ کا وعدہ برحق ہے، اپنے قصور پر استغفار کیجئے، اور صبح وشام اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے رہیے).

ان نصوص میں ان دو اوقات کی خصوصیت پر واضح دلیل موجود ہے، اور ان میں نماز پر محافظت کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے.

---

[45] سورہ آل عمران آیت: (41).

[46] سورۃ الغافر (مؤمن) آیت: (55).

العشیّ سے کیا مراد ہے؟

ہو سکتا ہے کسی کو اشتباہ ہو جائے اور وہ " العشی" کے وقت کی صحیح مراد اور مفہوم سے ناآشنا ہو، یا وہ اس سے " عشاء" کا وقت مراد لیتا ہو. اگر وہ قرآن کریم کی طرف رجوع کرے، کیونکہ قرآن کریم کی سب سے بہتر تفسیر قرآن پاک ہی کر سکتا ہے، تو وہ بخوبی جان لے گا کہ قرآن کریم نے لفظ "العشیّ" کی بڑی دقت کے ساتھ تحدید کی ہے کہ اس سے مراد " عصر" کا وقت ہے، چنانچہ اللہ جل شانہ اپنے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں فرماتے ہیں: ﴿وَوَهَبْنَا لِدَاوُودَ سُلَيْمَانَ ۚ نِعْمَ الْعَبْدُ ۖ إِنَّهُ أَوَّابٌ ﴿﴾ إِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصَّافِنَاتُ الْجِيَادُ﴾[47] (ترجمہ: اور داؤد کو ہم نے سلیمان جیسا بیٹا عطا کیا، وہ بڑے اچھے بندے اور اپنے رب کی طرف خوب رجوع کرنے والے تھے، (وہ وقت یاد کرو) جب ان کے سامنے "العشی" کے وقت عمدہ گھوڑے پیش کئے گئے).

آیت مبارکہ میں مذکورہ لفظ "العشی" سے عصر کے علاوہ کوئی اور وقت مراد لینا درست نہیں ہے، کیونکہ عمدہ یا سدھارے ہوئے گھوڑے نہ تو ظہر کے وقت سخت گرمی میں پیش کرنا مناسب ہے، اور نہ ہی غروبِ آفتاب کے بعد اندھیرے میں. ان کے پیش کرنے کا مناسب ترین وقت ظہر اور غروبِ آفتاب کے درمیان کا وقفہ ہے، کیونکہ یہی وقت گھوڑ دوڑ کیلئے زیادہ مناسب ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اسکے بعد سلیمان علیہ السلام کا یہ قول نقل فرمایا ہے: ﴿فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَن ذِكْرِ رَبِّي حَتَّىٰ تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ

---

(47) سورہ ص آیات: (31-30).

﴾[48](ترجمہ: تو انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے رب کی یاد سے غافل ہو کر اس مال (گھوڑوں) میں دل چسپی لی حتی کہ (سورج) پردے میں چھپ گیا، یعنی غروب ہو گیا).

"توارت" یعنی سورج غروب ہو گیا، گویا کہ گھوڑوں کا پیش کرنا عصر سے لیکر غروبِ آفتاب تک جاری رہا، اور اسی سلسلے میں ابن بابویہ قمی حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ: "إِنَّ سُلَيْمَانَ بنَ داودَ عليه السلام عُرِضَ عَلَيْهِ ذَاتَ يَوْمٍ بِالْعَشِيِّ الخَيلُ فَاشْتَغَلَ بِالنَّظرِ إِلَيْهَا حَتَّى تَوَارَتْ الشَّمْسُ بِالحِجَابِ فَقَالَ لِلْمَلَائِكَةِ : رُدُّوْا الشَّمْسَ عَلَيَّ حَتَّى أُصَلِّيَ صَلَاتِي فِي وَقْتِهَا".

(ترجمہ: حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے سامنے ایک دن گھوڑے پیش کئے گئے تو ان کا معائنہ کرنے میں مشغول رہے حتی کہ سورج غروب ہو گیا تو انہوں نے فرشتوں سے کہا کہ سورج کو واپس لوٹاؤ تاکہ میں اپنی نماز اس کے اصلی وقت پر ادا کروں)[49].

اور ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَسُبْحَانَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ ﴿﴾ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ

---

[48] سورہ ص آیت: (32).

[49] من لایحضرہ الفقیہ از صدوق: (202/1).

﴾[50](ترجمہ: پس تسبیح کرو اللہ کی جبکہ تم شام کرتے ہو اور جب صبح کرتے ہو، آسمانوں اور زمین میں اُسی کے لیے حمد ہے اور (تسبیح کرو اس کی) تیسرے پہر اور جبکہ تم پر ظہر کا وقت آتا ہے).

آیاتِ مبارکہ میں (حِينَ تُمْسُونَ) میں مغرب و عشاء اور (حِينَ تُصْبِحُونَ) میں صبح کا وقت. اور (حِينَ تُظْهِرُونَ) میں ظہر کا وقت مذکور ہے، تو ان پانچ اوقات میں صرف ''عصر'' کا وقت باقی رہ گیا تھا جسے اللہ تعالیٰ نے لفظ'' عَشِيًّا'' سے تعبیر کیا ہے، تو گویا کہ وقت ''العشی'' کو جب اوقات نماز کے سیاق میں ذکر کیا جائے تو اس سے مراد ''عصر کا وقت'' ہوتا ہے.

---

[50] سورۃ الروم آیات:(17-18).

نمازِ عشاء کا وقت

نماز عشاء کے جس وقت کی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تحدید فرمائی ہے، یہ افق پر سے سرخی کے غائب ہونے کے بعد اور تاریکی شب کے چھاجانے کا وقت ہے نہ کہ نمازِ مغرب کے فوراً بعد کا وقت. اور اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَىٰ غَسَقِ اللَّيْلِ﴾[51] (ترجمہ: نماز قائم کیجئے زوالِ آفتاب سے لیکر رات کے اندھیرے تک).

''غسق اللیل'' تاریکی کا گہرا ہونا ہے، لغتِ عرب میں (الغسق) کا اصلی معنی ''پھیلنا یا بہنا'' ہے، کہا جاتا ہے: ''غسقت العین'' یعنی آنکھ بہہ پڑی، یعنی اس سے آنسو جاری ہوگئے، اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿هَٰذَا فَلْيَذُوقُوهُ حَمِيمٌ وَغَسَّاقٌ﴾[52] (یہ ہے اُن کے لیے، پس وہ مزا چکھیں کھولتے ہوئے پانی اور پیپ لہو). یہاں ''غساق'' کا معنی وہ پیپ ہے جو دوزخ میں جلنے والوں کے جسموں سے بہتی ہے، اور عرب کہتے ہیں: ''غسق الجرح'' یعنی زخم بہنے لگا، یعنی جب اس سے پانی نکلنے لگتا ہے، اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿وَمِن شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ﴾[53] (ترجمہ: اور اندھیر رات کی تاریکی کے شر سے جب اس کا اندھیرا پھیل جائے).

---

[51] سورۃ بنی اسرائیل آیت: (78).

[52] سورۃ ص آیت: (57).

[53] سورۃ الفلق آیت: (3).

یعنی ''غسق'' وہ وقت ہے جب رات کی تاریکی خوب اچھی طرح چھاجائے، اور ہر جگہ اندھیرا پھیل جائے، تو یہ وقت کسی شر اور فتنے کیلئے مناسب ترین ہوتا ہے، کیونکہ اندھیرے کی وجہ سے شریروں کے شر سے بچنا مشکل ہوتا ہے.

لہٰذا رات ''غاسق'' اسی وقت کہلاتی ہے جب شفق غائب ہو جائے، اور افق پر سے غروبِ آفتاب کے بعد پھیلنے والی سرخی ختم ہو جائے.

لہٰذا جس نے اس وقت سے قبل نماز عشاء ادا کی تو اس کا شمار ان لوگوں میں نہیں ہوگا جو اللہ کے حکم '' إِلَىٰ غَسَقِ اللَّيۡلِ '' کے مطابق نمازِ عشاء کو تاریکی چھاجانے کے وقت ادا کرتے ہیں.

چنانچہ علامہ کلینی حضرت جعفر الصادق رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایاہے: وَقْتُ الْعِشَاءِ حِينَ يَغِيبُ الشَّفَقُ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ.(یعنی عشاء کی نماز کا وقت شفق کے غائب ہونے سے لے کر رات کی ایک تہائی (ثلث) تک ہے)[54].

اور اسی طرح وہ امام باقر رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ کی حدیث بیان فرمائی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: لَوْ لَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لأَخَّرْتُ الْعِشَاءَ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ ورُوِيَ أَيْضاً إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ. (ترجمہ: اگر میں اپنی امت کیلئے مشقت محسوس نہ کرتا تو میں نمازِ عشاء کو ''ثلث اللیل''

---

(54) الکافی از کلینی: (279/3).

رات کی ایک تہائی تک مؤخر کر دیتا، اور ایک روایت میں آدھی رات کے الفاظ ہیں)[55]، یعنی آدھی رات تک نمازِ عشاء کو مؤخر کر کے ادا کرتا.

اور شریف الرضی، أمیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مختلف علاقوں کے امراء کے نام ارسال کردہ خط کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے امراء کے نام فرمان جاری کیا تھا: وَصَلُّوْا بِهِمْ الْعِشَاءَ حِيْنَ يَتَوَارَى الشَّفَقُ إِلَى ثُلُثِ الَّليلِ . (ترجمہ: لوگوں کو عشاء کی نماز شفق (غروب کے وقت افق پر پیدا ہونے والی سرخی) کے غائب ہونے سے لیکر ثلث اللیل کے درمیانی وقت میں پڑھاؤ)[56].

---

[55] الکافی از کلینی: (281/3).

[56] نہج البلاغہ مع شرح محمد عبدہ: (82/3).

آیتِ استئذان

وہ آیاتِ مبارکہ جو عشاء کے وقت کی تحدید کرتی ہیں، ان میں سے ایک اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنكُمُ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ۚ مِّن قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُم مِّنَ الظَّهِيرَةِ وَمِن بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ ۚ ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ لَّكُمْ ۚ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ ۚ طَوَّافُونَ عَلَيْكُم بَعْضُكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۚ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾[57]

(ترجمہ: اے ایمان والو! لازم ہے کہ تمہاری لونڈی، غلام اور وہ بچے جو ابھی عقل کی حد کو نہیں پہنچے ہیں، تین اوقات میں اجازت لے کر تمہارے پاس آیا کریں: صبح کی نماز سے پہلے، اور دوپہر کو جبکہ تم کپڑے اتار کر رکھ دیتے ہو، اور عشاء کی نماز کے بعد، یہ تین وقت تمہارے لیے پردے کے وقت ہیں اِن کے علاوہ اوقات میں اگر وہ بلا اجازت آئیں تو نہ تم پر کوئی گناہ ہے نہ اُن پر، تمہیں ایک دوسرے کے پاس بار بار آنا ہی ہوتا ہے اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنے ارشادات کی توضیح کرتا ہے، اور وہ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے).

---

[57] سورۃ النور آیت: (58).

اجازت طلب کرنے کیلیئے ان تین اوقات کو خاص کرنے کا سبب اور علت یہ ہے کہ یہی تین اوقات عمومی طور پر اپنے اہل کے ساتھ خلوت کے ہوتے ہیں، جن میں انسان اپنا ہلکا پھلکا لباس جو کہ آرام کیلیئے ہوتا ہے پہن لیتا ہے، اسی لئے غلام، لونڈیوں اور بچوں کیلیئے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے توجیہ وارشاد ہے، جنہیں اکثر اوقات خلوت گاہوں میں آنا جانا پڑتا ہے، اگر وہ کئی مرتبہ آنے اور جانے کے لئے اجازت طلب کریں تو یہ ان کیلیئے مشکل ہے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بلااجازت گھروں میں آنے جانے کی اجازت دی ہے، سوائے ان تین اوقات کے. اس خدشہ کے پیش نظر کہ مبادااچانک دخول سے وہ کسی ایسی چیز سے مطلع ہو جائیں جس سے آگاہی حاصل کرنا یاجسکامشاہدہ کرناان کیلیئے جائز نہیں.

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں کی یہ عادت ہے کہ وہ عمومی طور پر اپنی خلوت گاہوں اور اہل کے ساتھ تنہائی اور سونے کیلیئے ہلکا پھلکا لباس پہن کر اپنی خواب گاہوں میں غروب آفتاب کے بعد ہی داخل ہوتے ہیں، اور عمومی طور پر یہ وقت رات کی تاریکی چھانے اور علی الاَقل افق پر غروب کی (شفق) سرخی غائب ہونے کے بعد ہوتا ہے، اور اس سے پہلے اپنی خواب گاہوں میں جانااور سونے کالباس پہننا عادتاً معروف نہیں ہے.

جس کا مطلب یہ ہے کہ نمازِ عشاء کا وقت افق پر سے سرخی کے غائب ہونے اور تاریکی چھانے کے بعد ہوتا ہے، کیونکہ عموماً اسی وقت میں لوگ اپنی خلوت و تنہائی اور خواب گاہوں میں داخل ہوتے ہیں، اور عادتاً لوگ مغرب کے فوراً بعد نہیں سوتے، چنانچہ اگر نمازِ عشاء کا وقت غروبِ آفتاب کے فوراً بعد کا ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کے بعد اجازت طلب کرنے کا وقت مقرر نہ فرماتے، کیونکہ نہ تو یہ سونے کا وقت ہوتا ہے اور نہ ہی مختصر لباس پہن کر

خواب گاہوں میں جانے کا، لہٰذا ایسے وقت میں مذکورہ افراد کیلئے (استئذان) یعنی اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں، اس لئے اجازت طلب کرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿وَمِن بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ﴾ سے نمازِ عشاء کے وقت کی تحدید ہو جاتی ہے، اور کم از کم یہ وقت شفق کے غائب ہونے اور ظلمتِ شب کے چھا جانے کے بعد ہوتا ہے.

خلاصہ کلام یہ ہے کہ: نمازِ عشاء کا وقت آیتِ کریمہ کے نزول سے قبل بھی عرفِ عام میں تاریکی کے خوب چھا جانے کا وقت شمار ہوتا تھا، اور اسی بنیاد پر نمازِ عشاء کے وقت کو مقرر کیا گیا ہے، اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ جب عرفِ عام کے مطابق اسے تاریکی چھا جانے کا وقت تسلیم کیا جائے.

وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ

اور نمازِ عشاء کے وقت کی تحدید کے دلائل میں سے ایک دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے: ﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ﴾[58](ترجمہ: اور آپ دن کے دونوں اطراف اور رات گئے نماز قائم کیجئے).

ابن بابویہ قمی کی زرارة بن اعین سے بیان کردہ روایت کے مطابق کہ انہوں نے بیان کیا:

قُلتُ لِأَبِي جَعْفَرَ عليه السلام : " أَخْبِرْنِي عَمَّا فَرَضَ اللهُ تعالى مِن الصَّلَوَاتِ ؟ قالَ : خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي اللَّيلِ وَالنَّهَارِ ، قُلتُ لهُ : هَلْ سَمَّاهُنَّ اللهُ وَبَيَّنَهُنَّ فِي كِتَابِهِ ؟ فَقَالَ : نَعَمْ قَالَ اللهُ عز وجل لِنَبِيِّهِ صلى الله عليه وآله : " أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ إِلَى غَسَقِ اللَّيلِ " وَدُلُوكُهَا زَوَالُهَا ، فَفَيْمَا بَينَ دُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَى غَسَقِ اللَّيْلِ أَرْبَعُ صَلَوَاتٍ سَمَّاهُنَّ اللهُ وَبيَّنَهُنَّ وَوَقَّتَهُنَّ ، وَغَسَقُ اللَّيْلِ اِنْتِصَافُهُ ، ثُمَّ قَالَ : " وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا " فَهَذِهِ الخَامِسَةُ . وَقَالَ فِي ذَلِكَ : " أَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيْ النَّهَارِ " وَطَرَفَاهُ المَغْرِبُ وَالْغَدَاةُ " وَزُلَفًا مِنْ اللَّيلِ " وَهِيَ صَلَاةُ الْعِشَاءِ الآخِرَة .

---

[58] سورہ ہود آیت:(114).

(ترجمہ: میں نے امام محمد بن باقر رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ: مجھے بتائیے کہ اللہ تعالیٰ نے کتنی نمازیں فرض کی ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، تو میں نے عرض کیا: کیا اللہ تعالیٰ نے ان پانچ نمازوں کے نام اور ان کی وضاحت قرآن کریم میں کی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ: زوالِ آفتاب سے لے کر ''غسق اللیل'' رات کی تاریکی چھاجانے کے وقت تک کے درمیان نماز قائم کیجئے، اور ''دلوک'' کا معنی زوالِ شمس یعنی آفتاب کا ڈھلنا ہے، اور سورج ڈھلنے اور '' غسق اللیل'' رات کی تاریکی چھاجانے کے مابین چار نمازیں ہیں، جن کے نام اللہ تعالیٰ نے الگ الگ رکھے ہیں، اور ان کا وقت مقرر کیا ہے، اور ''غسق اللیل'' رات کا نصف ہے، پھر فرمایا: '' وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا ''، اور فجر کی تلاوت قرآن کا بھی اہتمام کرو کیونکہ فجر میں قرآن کی تلاوت کا وقت فرشتوں کی حاضری کا وقت ہوتا ہے، یہ (نمازِ فجر) پانچویں نماز ہے، اور اسی سے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: '' أَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ ''اور دن کے دونوں اطراف میں نماز قائم کیجئے، اور دن کے دونوں اطراف فجر اور مغرب کی نماز کا وقت ہے. اور '' وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ '' یہ نمازِ عشاء ہے)[59].

---

[59] من لایحضرہ الفقیہ از ابن بابویہ القمی: (1/195-196).

تیسری فصل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

مقرر کردہ اوقاتِ نماز

رسول اللہ ﷺ کے مقرر کردہ اوقاتِ نماز

اب ہم احادیث صحیحہ کی طرف آتے ہیں اور ان میں اور قرآن کریم کی گذشتہ آیات مبارکہ میں اوقاتِ نماز کے حوالہ سے مقارنہ کرتے ہیں تاکہ نصوص میں باہم موافقت اور مطابقت اظہر من الشمس ہو جائے، اور یہ بات واضح ہو جائے: ﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا﴾[60] (ترجمہ: اور اگر یہ (قرآن) اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت کچھ اختلاف بیانی پائی جاتی).

چنانچہ مسلم شریف میں یہ حدیث موجود ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: ''نمازِ ظہر کا وقت زوالِ آفتاب سے لے کر آدمی کا سایہ اس کے قد کے برابر ہونے تک ہے، جب تک کہ عصر کا وقت شروع نہ ہو جائے اور عصر کا وقت سورج کے زرد ہونے سے پہلے تک ہے، اور مغرب کا وقت شفق کے غائب ہونے اور عشاء کا وقت درمیانی درجے کی رات کے نصف تک ہے، اور نمازِ فجر کا وقت صبح صادق سے طلوع آفتاب تک ہے''[61].

اور مسلم شریف ہی کی دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص ہرگز آگ میں داخل نہیں ہوگا جس نے طلوع آفتاب اور غروب سے قبل نماز کا اہتمام کیا، یعنی فجر اور عصر کی نماز''[62].

---

[60] سورۃ النساء آیت: (82).

[61] صحیح مسلم، حدیث نمبر: (612).

[62] صحیح مسلم، حدیث نمبر: (634).

اور حضرت ابو بُصرہ غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ " رسول اللہ ﷺ نے نمازِ عصر پڑھائی اور فرمایا: یہ نماز پہلی امتوں پر بھی پیش کی گئی تھی لیکن انہوں نے اسے ضائع کر دیا، چنانچہ جو اسکی حفاظت کرے گا اسے دوہرا اجر ملے گا"[63].

مذکورہ حدیث پاک اور علامہ قمی کی حضرت امام حسن بن أمیر المؤمنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے بیان کردہ روایت میں مقارنہ کیجئے تو آپکو معلوم ہوگا کہ دونوں روایات میں کس قدر موافقت ہے، قمی بیان کرتے ہیں کہ سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: : وَأَمَّا صَلَاةُ الْعَصْرِ فَهِيَ مِنْ أَحَبِّ الصَّلَوَاتِ إِلَى اللهِ عز وَجَلَّ وَأَوْصَانِيْ أَنْ أَحْفَظَهَا مِنْ بَيْنِ الصَّلَوَاتِ . (یعنی: رہی نماز عصر، تو یہ اللہ عزوجل کے ہاں محبوب ترین نمازوں میں سے ہے اور اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں باقی نمازوں کی بہ نسبت اسکی زیادہ محافظت کروں)[64].

اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: مشرکین نے رسول اکرم ﷺ کو نمازِ عصر کی ادائیگی سے مشغول کر دیا حتی کہ سورج سرخی مائل یا زردی مائل ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "انہوں (مشرکین) نے ہمیں نمازِ وسطیٰ

---

(63) صحیح مسلم، حدیث نمبر: (830).

(64) من لایحضرہ الفقیہ: (130/1)، علل الشرائع: (338/3). مستدرک الوسائل: (119/3).

یعنی عصر کی نماز سے مشغول کردیا، اللہ تعالیٰ ان کے پیٹ اور قبریں آگ سے بھرے"[65].

اور بخاری اور مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «الَّذِي تَفُوتُهُ صَلَاةُ الْعَصْرِ، كَأَنَّمَا وُتِرَ أَهْلَهُ وَمَالَهُ» (ترجمہ: جس کی نمازِ عصر چھوٹ گئی گویا کہ اس کا مال واہل سب کچھ تباہ ہوگیا)[66].

اور امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: "رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز اس وقت ادا کرتے تھے جب کہ ابھی سورج خوب چمک رہا ہوتا تھا، اور عوالی کے رہنے والے لوگ (آپ کے ساتھ نماز ادا کرکے) واپس لوٹ جاتے تھے تو ابھی تک سورج بلند ہوتا اور خوب روشن ہوتا تھا، جب کہ بعض عوالی (مدینہ کے ارد گرد کی آبادیاں) مدینہ طیبہ سے چار میل یا اس سے کچھ کم وبیش فاصلہ پر واقع تھیں"[67].

---

(65) صحیح مسلم، حدیث نمبر: (628).

(66) صحیح بخاری، حدیث نمبر: (528)، صحیح مسلم، حدیث نمبر: (626).

(67) صحیح بخاری، حدیث نمبر: (525)، صحیح مسلم، حدیث نمبر: (621).

اور بخاری ومسلم میں یہ روایت بھی ہے کہ: ''ہم عصر کی نماز ادا کرتے اور پھر ہم میں سے کوئی قبا کی بستی میں کسی کے پاس جاتا تو اس وقت آفتاب ابھی خوب چمک رہا ہوتا تھا''[(68)].

اور بخاری ومسلم میں ہی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت موجود ہے کہ: ''رسول اللہ ﷺ ظہر کی نماز دوپہر کے وقت ادا کیا کرتے تھے، اور جب عصر کی نماز ادا کرتے تو سورج صاف چمک رہا ہوتا تھا، اور مغرب کی اس وقت جب سورج غروب ہو جاتا، اور عشاء کی نماز کبھی اس کے اول وقت میں ادا کرتے اور کبھی دیر سے ادا کیا کرتے تھے، اور جب آپ دیکھتے کہ لوگ جمع ہو چکے ہیں تو عشاء کی نماز جلدی (اول وقت میں) پڑھا دیتے، اور اگر آپ دیکھتے کہ لوگ دیر سے جمع ہوئے ہیں تو آپ نماز مؤخر کرکے پڑھاتے تھے، اور وہ صبح کی نماز پڑھا کرتے تھے، یا راوی نے یہ کہا: نبی اکرم ﷺ صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھا کرتے تھے''[(69)].

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: '' أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ ''؟ سب سے افضل عمل کونسا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: '' الصَّلَاةُ لِوَقْتِهَا '' کہ نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا، حضرت ابن مسعود بیان کرتے ہیں، میں نے کہا: '' ثُمَّ أَيٌّ؟ ''؟ اس کے بعد افضل

[(68)] صحیح بخاری، حدیث نمبر: (526)، صحیح مسلم، حدیث نمبر: (621).

[(69)] صحیح بخاری، حدیث نمبر: (535)، صحیح مسلم، حدیث نمبر: (646).

عمل کونسا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: '' بِرُّ الْوَالِدَيْنِ ''، والدین کی خدمت کرنا، میں نے کہا: اس کے بعد افضل عمل کونسا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: '' الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ '' اللہ کی راہ میں جہاد کرنا[70].

(70) صحیح بخاری، حدیث نمبر: (504)، صحیح مسلم، حدیث نمبر: (85).

امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی توقیت

نہج البلاغہ میں مذکور اوقاتِ نماز کی وہ تفصیلات جو کہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مختلف علاقوں میں مقرر کردہ اپنے امراء اور گورنر حضرات کو احکام نماز کے ضمن میں ارسال کی تھیں، ذرا ان پر غور فرمایئے! انہوں نے لکھا تھا:

أَمَّا بَعْدُ فَصَلُّوْا بِالنَّاسِ الظُّهْرَ حَتَّى تَفِيءَ الشَّمْسُ مِنْ مَرْبِضِ الْعَنْزِ، وَصَلُّوْا بِهِمْ العَصْرَ وَالشَّمْسُ بَيْضَاءُ حَيَّةٌ فِي عُضْوٍ مِنَ النَّهَارِ حِيْنَ يُسَارُ فِيْهَا فَرْسَخَانِ. وَصَلُّوْا بِهِمْ المَغْرِبَ حِيْنَ يُفْطِرُ الصَّائِمُ وَيَدْفَعُ الحَاجُّ، وَصَلُّوْا بِهِمْ الْعِشَاءَ حِيْنَ يَتَوَارَى الشَّفَقُ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ. وَصَلُّوْا بِهِمْ الْغَدَاةَ وَالرَّجُلُ يَعْرِفُ وَجْهَ صَاحِبِهِ .

(ترجمہ: امابعد! لوگوں کو ظہر کی نماز اس وقت پڑھاؤ جب کہ سورج کی دھوپ ''مربض عنز'' سے پلٹ آئے، (یعنی سایہ ڈھلنا شروع ہو جائے)، اور ان کو عصر کی نماز پڑھاؤ جب کہ سورج دن کے ایک حصہ میں ابھی تک خوب روشن ہو، جب کہ غروب آفتاب میں ابھی تک اتنا وقت ہو کہ انسان دو فرسخ (تقریباً سات یا آٹھ کلو میٹر) کا فاصلہ طے کر سکے، اور مغرب کی نماز اس وقت پڑھاؤ جب کہ روزہ دار افطار کرتے ہیں، اور حجاج کرام (میدان عرفات سے) واپس لوٹتے ہیں، اور ان کو عشاء کی نماز اس وقت پڑھاؤ جبکہ شفق (آسمان کی سرخی) غائب ہو جائے اس وقت سے لے کر رات کے ایک تہائی حصے

تک (عشاء کا وقت ہے)، اور فجر کی نماز اس وقت پڑھاؤ جب کہ ہر شخص اپنے پاس والے شخص کی شکل پہچان سکتا ہو)[71].

نمازِ پنجگانہ کے الگ الگ اوقات مقررہ کے سلسلے میں یہ بیان اس قدر واضح اور تفصیلی ہے کہ جس میں کوئی غموض وابہام نہیں پایا جاتا، چنانچہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمایا: "صَلُّوْا بِالنَّاسِ الظُّهْرَ حَتَّى تَفِيءَ الشَّمْسُ مِنْ مَرْبِضِ الْعَنْزِ "یعنی نماز ظہر کا وقت مذکورہ وقت تک ہے، اور "مربض عنز" سے مراد بکریوں کے باڑے کی دیوار ہے، اور "تفیء" کا معنی ہے کہ "مربض العنز" کی دیوار کا سایہ مغرب کی طرف بڑھنا شروع کرے، حتی کہ دیوار کی اونچائی کے برابر ہو جائے، اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ ہر چیز کا سایہ اس کے قد کے برابر ہو جائے، اس کے بعد عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے، اور اس وقت تک رہتا ہے جب تک کہ سورج صاف چمکتا ہے اور زردی مائل نہیں ہو جاتا، اور جب سورج زردی مائل ہو جائے تو اس وقت سے غروب تک نماز پڑھنا مکروہ ہے، سوائے ان لوگوں کے جو کسی مجبوری کی بناء پر نماز ادا نہیں کر سکے، تو وہ اس وقت میں ادا کر سکتے ہیں، اور آپ کا فرمان: " وَصَلُّوْا بِهِمْ الْعِشَاءَ حِيْنَ يَتَوَارَى الشَّفَقُ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ "اور ان کو عشاء کی نماز اس وقت پڑھاؤ جبکہ شفق غائب ہو جائے ،اس بات کی خوب واضح دلیل ہے کہ عشاء کا وقت شفق کے ختم ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے.

---

(71) نہج البلاغہ مع شرح الشیخ محمد عبدہ:(82/3).

اور ڈاکٹر موسیٰ الموسوی جو کہ شیعہ کے جیّد عالم دین اور مرجع خلائق ابوالحسن الأصفہانی کے پوتے اور شیعہ کے ہاں مجتہد کا درجہ رکھتے اور اتحاد بین المسلمین کے بہت بڑے داعی ہیں،اور انھیں 1371ھ میں حوزۂ نجف سے مجتہداور مرجع ہونے کا سرٹیفکٹ دیا گیا،اس موضوع پر ان کی بہت قیمتی آراء پائی جاتی ہیں، جن میں سے چند شذرات اور اقتباسات میں یہاں نقل کرنا مناسب سمجھتاہوں.

آپ فرماتے ہیں: ''شیعہ فقہاء کی اکثریت تمام نمازوں کوان کے مقررہ وقت میں ادا کرنے کے استحباب کا فتوی دیتے ہیں، لیکن عملی طور پر وہ نمازیں جمع کر کے پڑھتے ہیں، حالانکہ پانچوں نمازیں ان کے الگ الگ مقرر شدہ اوقات میں فرض کی گئی ہیں، اور انہی اوقات کی مناسبت سے نمازوں کے نام رکھے گئے ہیں، چنانچہ نمازِ عصر کا وقت نمازِ ظہر کے وقت کے علاوہ ہے،اور وقت کے اعتبار سے نمازِ مغرب کا وقت نمازِ عشاء سے الگ ہے،اور یقیناً نماز جیسے دین کے اہم شعار جسے اللہ تعالیٰ نے دین کا ستون قرار دیاہے،اسکے پانچ مختلف اوقات میں اللہ تعالیٰ نے ضرور کوئی حکمت رکھی ہے، نبی اکرم ﷺ مدینہ طیبہ میں اپنی مسجد (مسجد نبوی شریف) میں نمازِ پنجگانہ کو اپنے وقت مقررہ پر ادا کیا کرتے تھے،اور اسی طرح آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے خلفائے راشدین جن میں حضرت علی المرتضیٰ بھی شامل تھے، انہی اوقات میں نمازیں ادا کیا کرتے تھے، اور یہی طریقہ شیعہ کے ائمہ کرام رحمہم اللہ کا رہاہے،اور رسول اللہ ﷺ نے سفر کے علاوہ ایک یادو مرتبہ نمازوں کو جمع کیاہے، تو وہ کسی مجبوری کی بناپر یابیانِ جواز کیلئے تھا،اور جہاں تک آپ ﷺ کے عام معمول کا تعلق ہے تو آپ ﷺ باہتمام پانچوں نمازیں ان کے وقت میں ادا کیا کرتے تھے. کاش! مجھے مسلمانوں کی اکثریت کے ساتھ اس اختلاف کو ظاہر کرنے کا کوئی فائدہ

معلوم ہو جائے، یا کہ یہ چند ایسے لوگوں کی کاروائی ہے جو کہ شیعہ حضرات کو امت کے اتحاد واتفاق سے الگ کرنا چاہتے تھے، اور دانستہ یا غیر دانستہ طور پر فقہاء اور ائمہ مساجد نے بھی اس روش کو اختیار کر لیا.

اور ہم اصلاحی نقطۂ نظر سے امت کو فکری اور عملی دونوں لحاظ سے متحد اور متفق کرنا چاہتے ہیں، اور ہمارا پیغام ہمیشہ کیلئے فکری اور عملی اختلافات کے خاتمے اور اس کا سبب بننے والے تمام امور کی بیخ کنی کیلئے ہے، اور یہ عہد رسالت مآب ﷺ کی طرف رجوع کرنے اور آپ ﷺ کی سنت اور آپ ﷺ کے طرزِ عمل کو اپنائے بغیر ناممکن ہے، اور میں نہیں سمجھتا کہ مسلمانوں میں کوئی ایک شخص بھی ایسا ہو جو کہ نبی اکرم ﷺ کے مبارک عمل (سنت) پر کسی دوسرے کی رائے یا طرزِ عمل کو فوقیت یا ترجیح دیتا ہو.

لہٰذا ہم شیعہ مساجد کے ائمہ محترمین بلکہ خود شیعہ عوام سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ نماز کو ان کے مقررہ اوقات میں ادا کرنے کا اہتمام کریں، اور مسجد نبوی ﷺ میں نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، مہاجرین وانصار کے طریقۂ نماز کو پیش نگاہ رکھیں، اور پیغمبر اسلام ﷺ کے متعین کردہ راستے سے الگ نہ ہوں، کیونکہ رسول اکرم ﷺ کی اقتدا اور آپ ﷺ کی پیروی میں ان کی عزت و کرامت اور شان و شوکت کا راز پنہاں ہے، اور امام علی رضی اللہ عنہ کو دیکھئے وہ نماز اور اس کے اوقات کے بارے میں مختلف امراء کو لکھتے ہیں:

" امابعد! لوگوں کو ظہر کی نماز اس وقت پڑھاؤ جب کہ سورج کی دھوپ "مربض عنز" سے پلٹ آئے، (یعنی سایہ ڈھلنا شروع ہو جائے)، اور ان کو عصر کی نماز پڑھاؤ جب

کہ سورج دن کے ایک حصہ میں ابھی تک خوب روشن ہو، جب کہ غروب آفتاب میں ابھی تک اتنا وقت ہو کہ انسان دو فرسخ (تقریبا سات یا آٹھ کلو میٹر) کا فاصلہ طے کر سکے، اور مغرب کی نماز اس وقت پڑھاؤ جب کہ روزہ دار افطار کرتے ہیں، اور حجاج کرام (میدان عرفات سے) واپس لوٹتے ہیں، اور ان کو عشاء کی نماز اس وقت پڑھاؤ جبکہ شفق (آسمان کی سرخی) غائب ہو جائے اس وقت سے لے کر رات کے ایک تہائی حصے تک (عشاء کا وقت ہے)، اور فجر کی نماز اس وقت پڑھاؤ جب کہ ہر شخص اپنے پاس والے شخص کی شکل پہچان سکتا ہو"[72].

---

(72) نہج البلاغہ مع شرح محمد عبدہ: (82/3).

رسول اکرم ﷺ کے نمازوں کو جمع کرنے کا سبب

جو لوگ دائمی طور پر نمازوں کو جمع کرنے کے جواز کے قائل ہیں ان میں سے اکثر لوگ یہ دلیل پکڑتے اور حجت اپناتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سفر، بیماری، بارش، سخت سردی اور جنگ کے دوران نمازوں کو جمع کیا ہے، اور اسی طرح حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی یہی طرزِ عمل اپنایا ہے، اور اسے وہ تمام احوال میں ہمیشہ نمازیں جمع کرنے کیلئے بطور عذر داری پیش کرتے ہیں.

جبکہ ہم کہتے ہیں مذکورہ ہنگامی یا استثنائی حالات میں نمازیں جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن جب یہ استثنائی حالات اور ظروف ختم ہو جائیں تو پھر ہمیں رسول اکرم ﷺ کے عام معمول کی طرف پلٹ آنا چاہئے.

اور یہ بات عقلی اور شرعی دونوں اعتبار سے درست نہیں ہے کہ ہم معاملے کو الٹ دیں اور استثناء کو قاعدہ بنالیں، اور قاعدہ سے بعض امور کو مستثنیٰ قرار دے دیں، یا کلّی طور پر قاعدے کا انکار کر دیں.

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ رسول اکرم ﷺ عام حالات میں ہر نماز کو اس کے وقت مقررہ پر ادا کیا کرتے تھے، اور جمع بوقت ضرورت اور استثنائی حالات میں کیا کرتے تھے، اور ہم نبی اکرم ﷺ کی اتباع اور آپ کی سنت کی پیروی کرنے کے پابند ہیں، اور

آپ ﷺ نے فرمایا: " صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي " (یعنی تم اسی طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھتے ہو)[73].

اور آپ ﷺ کی اتباع اور پیروی یہ نہیں ہے کہ آپ کے بر عکس طرزِ عمل اختیار کر لیں، اور بلا عذر نمازوں کو جمع کر کے ادا کریں، اور یہ دلیل دیں کہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دورانِ جنگ نمازوں کو جمع کیا تھا، ورنہ ہماری حالت اس شخص سے مختلف نہیں ہو گی، جو اضطراری حالت کو دلیل بنا کر ہمیشہ مردار کھانے کو جائز قرار دے.

ہم تو یہ کہتے ہیں: آپ میدان جنگ میں ہوں، یا سفر میں یا کسی اور حرج یا مجبوری کا شکار ہوں تو نمازیں جمع کر لیجئے، آپ پر کوئی اعتراض نہیں کرے گا، لیکن جب جنگ ختم ہو جائے اور عذر یا مجبوری نہ رہے تو اسی طرف لوٹ آؤ جس کی طرف عذر زائل ہونے کے بعد حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ رجوع کرتے تھے کہ وہ عام حالات میں ہر نماز کو اسکے وقت پر ادا کیا کرتے تھے.

---

(73) صحیح بخاری، کتاب الأذان، حدیث نمبر (631).

چوتھی فصل

ہماری اپنی گواہیاں

حقائق ہمارے مصادر کی روشنی میں

"الحقيقة مما ورد من مصادرنا عن أهل بيت نبينا ﷺ" یہ اس مضمون کا عنوان ہے جو کہ سید محمد اسکندر الیاسری النجفی نے زیر نظر رسالہ پڑھنے کے بعد تحریر فرمایا ہے. یہ انتہائی قیمتی مضمون ہے، جو قارئین کیلئے اس مسئلے کو اظہر من الشمس کرتا اور اسے یہ یقین دہانی کرواتا ہے کہ اگر نیتیں درست ہوں اور جذبۂ صادقہ کے ساتھ تعصب چھوڑ کر دینِ مبین کے حقائق پر مسلمانوں کو جمع کرنے کی کوشش اور محنت کی جائے تو یہ کوئی ناممکن اور محال امر نہیں ہے.

سید محمد الیاسری النجفی فرماتے ہیں: بلاشبہ نمازوں کے وہ اوقات جو شارع (ﷺ) نے بیان فرمائے ہیں، وہ ہمارے معتمد مصادر اور مراجع کی کتب میں بھی موجود ہیں، ہم عنقریب اس کے متعلق وارد شدہ احادیث میں سے چند دلائل نیچے مذکور اپنے قابل اعتماد مصادر اور مراجع کی روشنی میں بیان کریں گے.

مصادر اور مراجع:

1- الاستبصار از شیخ الطائفہ فقیہ الشیعۃ الاکبر الطوسی.
2- من لایحضرہ الفقیہ از ابن بابویہ قمی.
3- الکافی از کلینی
4- التہذیب از طوسی
5- الوافی از کاشانی

6- بحارالانوار از مجلسی.(وغیرہ امہات الکتب).

احادیث:

1-أَخْبَرَنِي الحُسَيْن بِنْ عُبَيْدِ الله عَنْ عِدَّةٍ مِنْ أَصْحَابِنَا بِسَنَدِهِ عَنْ أَبِي عَبْد الله (ع) قَالَ: "مَنْ صَلَّي فِي غَيْرِ الوَقْتِ فَلَا صَلَاةَ لَهُ"

(ترجمہ: امام ابوعبد اللہ علیہ السلام سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: جس نے نماز کو اس کے مقررہ وقت کے علاوہ وقت میں ادا کیا اس کی کوئی نماز نہیں ہے)[74].

یعنی جس نے نمازِ عصر کو کسی اور وقت میں ادا کیا تو اس کی نماز باطل ہے، اور اسی طرح نمازِ عشاء اور باقی نمازیں ہیں.

2- عَنْ عَبْد الله بِنْ سِنَان قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ الله (ع) يَقُولُ: لِكُلِّ صَلَاةٍ وَقْتَانِ، فَأَوَّلُ الوَقْتِ أَفْضَلُهُ وَلَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يَجْعَلَ آخَرَ الوَقْتَيْنِ وَقْتًا إِلَّا فِي عُذْرٍ مِنْ غَيْرِ عِلَّةٍ.

(ترجمہ: عبد اللہ بن سنان بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوعبد اللہ علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ہر نماز کیلئے دو وقت ہیں، لیکن افضل وقت اول وقت

---

[74] الاستبصار از شیخ طوسی، باب لا تجوز الصلاۃ فی غیر الوقت: (244/1)، حدیث نمبر:(868).

ہے،اور کسی کیلئے جائز نہیں کہ وہ بغیر کسی عذر کے ان دو وقتوں میں آخری وقت کو نماز کیلئے مقرر کر لے)[75].

حدیث کامفہوم: مثال کے طور پر نمازِ ظہر کو لیجئے کہ اس کا وقت تقریباساڑھے تین گھنٹے لمبا ہوتا ہے، یعنی(12:00 بجے سے 3:30 بجے تک)، چنانچہ بارہ بجے نمازِ ظہر کا اول وقت ہے،اور ساڑھے تین بجے نماز کا آخری وقت ہے، لہٰذا بغیر کسی عذر یا مجبوری کے نمازِ ظہر کو ساڑھے تین بجے تک مؤخر کرنا جائز نہیں ہے.

3- عَنْ مُعَاوِيَةَ بِنْ وَهْب عَنْ أَبِي عَبْد الله (ع) قَالَ: أَتَى جبرئيلُ (ع) رَسُولَ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَالِهِ بمواقيتِ الصَّلَاةِ فَأَتَاهُ حِينَ زَالَتْ الْشَمْس فَأَمْرَهُ فَصَلِّي الظَّهْرَ، ثُمَّ أَتَاهُ حِينَ زَادَ الظِّلُّ قَامَةً فَأَمَرَهُ فَصَلَّى العَصْرَ، ثُمَّ أَتَاهُ حِينَ غَرَبَتْ الشَّمْسُ فَأَمَرَهُ فَصَلِّي المَغْرِبَ، ثُمَّ أَتَاهُ حِينَ سَقَطَ الشَّفَقُ فَأَمَرَهُ فَصَلَّى العِشَاءَ، ثُمَّ أَتَاهُ حِينَ طَلَعَ الفَجْرُ فَأَمَرَهُ فَصَلَّى الصُّبْحَ، ثُمَّ أَتَاهُ مِنْ الغَدِ حِينَ زَادَ فِي الظِّلِّ قَامَةً فَأَمَرَهُ فَصَلَّى الظَّهْرَ، ثُمَّ أَتَاهُ حِينَ زَادَ فِي الظِّلِّ قَامَتَانِ فَأَمَرَهُ فَصَلَّى العَصْرَ، ثُمَّ أَتَاهُ حِينَ غَرَبَتْ الشَّمْسُ فَأَمَرَهُ فَصَلِّي

---

(75) الاستبصار از شیخ طوسی، باب أن لكل صلاة وقتين: (244/1)، حدیث نمبر:(870).

المَغْرِبَ، ثُمَّ أَتَاهُ حِينَ ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ فَأَمَرَهُ فَصَلَّى العِشَاءَ، ثُمَّ أَتَاهُ حِينَ نَوَّرَ الصُّبْحُ فَأَمَرَهُ فَصَلَّى الصُّبْحَ ثُمَّ قَالَ: مَا بَيْنَهُمَا وَقْتٌ.

(ترجمہ: معاویہ بن وہب، امام ابوعبد اللہ علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ: جبرئیل علیہ السلام نماز کے اوقات لے کر آئے، چنانچہ وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس اس وقت آئے جب کہ سورج ڈھل چکا تھا، تو انہوں نے آپ کو نمازِ ظہر ادا کرنے کو کہا، پھر (دوبارہ) اس وقت آئے جب کہ ہر چیز کا سایہ اس کے قد سے زیادہ ہو چکا تھا، تو انہوں نے آپ کو نمازِ عصر ادا کرنے کیلئے کہا، تو آپ نے عصر ادا کی، پھر (تیسری بار) غروبِ آفتاب کے وقت آئے اور آپ سے کہا اور آپ نے نمازِ مغرب ادا کی، پھر (چوتھی بار) اس وقت آئے جب کہ شفق (افق کی سرخی) غائب ہو چکی تھی، اور آپ کو نمازِ عشاء کیلئے کہا، توآپ نے عشاء کی نماز ادا کی، پھر (پانچویں بار) اس وقت آئے جب صبح صادق طلوع ہوئی اور آپ کو نماز ادا کرنے کیلئے کہا تو آپ نے نمازِ فجر ادا کی.

پھر اگلے روز وہ (جبرئیل علیہ السلام) آپ کے پاس اس وقت آئے جب کہ ہر چیز کا سایہ اس کے قد کے برابر ہو چکا تھا، توآپ کو نماز کیلئے کہا تو آپ نے ظہر کی نماز ادا کی، پھر اس وقت آئے جب کہ ہر چیز کا سایہ اس کے قد سے دوگنا ہو چکا تھا، توآپ سے نمازِ عصر کیلئے کہا تو آپ نے عصر کی نماز ادا کی، پھر اس وقت آئے جب کہ سورج غروب ہو چکا تھا اور آپ کو کہا تو آپ نے نمازِ مغرب ادا کی، پھر اس وقت آئے جب رات کا ایک تہائی (1/3) حصہ گذر چکا تھا اور آپ سے کہا تو آپ نے

عشاء کی نماز ادا کی، پھر اس وقت آئے جب صبح کی سفیدی پھیل چکی تھی اور آپ سے کہا تو آپ نے نمازِ فجر ادا کی، پھر جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: ''ان دونوں وقتوں کے درمیان ہر نماز کا وقت ہے'')[76].

اور اس حدیث کو انہی الفاظ یا اس کے قریب قریب الفاظ میں امام بخاری، امام احمد بن حنبل، امام ترمذی اور امام نسائی نے روایت کیا ہے، اور امام بخاری فرماتے ہیں کہ: اوقات نماز کے سلسلے میں یہ سب سے صحیح حدیث ہے[77].

حدیث کا مفہوم: اس حدیث پاک نے تمام فرض نمازوں کے اوقات بیان کر دیئے ہیں اور اس قدر دقت اور وضاحت کے ساتھ اس کی تحدید کر دی ہے کہ جس کی مزید تشریح کی چنداں ضرورت نہیں ہے، یہ تمام مسلمانوں کے مابین متفق علیہ اور تمام مخالفین کے خلاف بہت بڑی حجت اور دلیل ہے.

4- عَنْ إِبْرَاهِيمَ الكرخي قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا الحَسَنِ مُوسَى (ع) مَتَى يَدْخُلُ وَقْتُ الظُّهْرِ؟ قَالَ: إِذَا زَالَتْ الْشَمْسُ، فَقُلْتُ مَتَى يَخْرُجُ وَقْتُهَا فَقَالَ: مِنْ بَعْدِ مَا يَمْضِي مِنْ زَوَالِهَا أَرْبَعَةُ أَقْدَامٍ، إِنَّ أَوَّلَ وَقْتِ الظُّهْرِ ضَيِّقٌ قُلْتُ: فَمَتَى يَدْخُلُ وَقْتُ العَصْرِ؟ قَالَ: إِنَّ آخِرَ وَقْتِ الظُّهْرِ أَوَّلُ

---

[76] الاستبصار از شیخ طوسی، باب أول وقت الظهر والعصر: (257/1)، حدیث نمبر: (922).

[77] دیکھیں سید سابق کی فقہ السنہ: (98/1).

وَقْتِ العَصْرِ، فَقُلْتُ: فَمَتَى يَخْرُجُ وَقْتُ العَصْرِ؟ فَقَالَ: وَقْتُ العَصْرِ إِلَى أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَذَلِكَ مِنْ عِلَّةٍ وَهُوَ تَضْيِيعٌ، فَقُلْتُ لَهُ: لَوْ أَنَّ رَجُلًا صَلَّي الظُّهْرَ بَعْدَ مَا تَمْضِي مِنْ زَوَالِ الشَّمْسِ أَرْبَعَةُ أَقْدَامٍ أَكَانَ عِنْدَكَ غَيْرَ مُؤَدٍّ لَهَا؟ فَقَالَ: إِنْ كَانَ تَعَمَّدَ ذَلِكَ لِيُخَالِفَ السُّنَّةَ وَالوَقْتَ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ كَمَا لَوْ أَنَّ رَجُلًا أَخَّرَ العَصْرَ إِلَى قَرِيبِ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ مُتَعَمِّدًا مِنْ غَيْرِ عِلَّةٍ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ، إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهَ عَلَيْهِ وَالِهِ قَدْ وَقَّتَ لِلصَّلَوَاتِ المَفْرُوضَاتِ أَوْقَاتًا وَحَدَّ لَهَا حُدُودًا فِي سُنَّةٍ لِلنَّاسِ فَمِنْ رَغِبَ عَنْ (سُنَّةٍ مِنْ) سُنَنِهِ المُوجِبَاتِ مِثْلُ مَنْ رَغِبَ عَنْ فَرَائِضِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ .

(ترجمہ: ابراہیم الکرخی بیان کرتے ہیں کہ میں ابوالحسن موسیٰ (الکاظم) علیہ السلام سے دریافت کیا کہ: نمازِ ظہر کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟ توانہوں نے جواب دیا: جب سورج ڈھل جائے، پھر میں نے پوچھا کہ ظہر کا وقت کب ختم ہوتا ہے؟ توانہوں نے جواب دیا: زوالِ آفتاب کے بعد سے چار قدم ہو جانے تک، (یعنی ہر چیز کا سایہ اس کے قد کے برابر ہونے تک)، یقیناً ظہر کا اول وقت مختصر ہے، میں نے سوال کیا: عصر کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟ توانہوں نے جواب دیا: ظہر کا آخری وقت ہی عصر کا وقت ہے، (یعنی ظہر کا آخری وقت ختم ہونے کے بعد) میں نے پوچھا کہ عصر کا وقت کب ختم ہوتا ہے؟ توانہوں نے جواب دیا: عصر کا وقت غروبِ آفتاب تک ہے، اور یہ (آخری وقت میں نماز ادا کرنا) کسی عذر یا مجبوری کی صورت میں ہے، اور بلاوجہ ایسا کرنے سے نماز ضائع ہو جائے گی، میں

نے سوال کیا: اگر کوئی شخص ظہر کی نماز اس وقت ادا کرے جب کہ ہر چیز کا سایہ اسکے برابر ہو چکا ہو تو کیا آپ کے نزدیک اس کی نماز نہیں ہو گی؟ تو انہوں نے جواب دیا: اگر اس نے عمداً سنت اور وقت کی مخالفت میں ایسا کیا ہے تو اس کی نماز قبول نہیں ہو گی، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرض نمازوں کے اوقات مقرر کر دیئے ہیں، اور لوگوں کیلئے ان اوقات کی تحدید فرمادی ہے، چنانچہ اگر کوئی آپ کی سنتوں میں سے کہ جن پر عمل کرنا ہمارے لئے واجب ہے، کسی سنت سے اعراض اور صرفِ نظر کرے گا تو وہ ایسے جیسا کہ اللہ عزوجل کے فرائض سے اعراض کرنے والا ہے)[78].

حضرت امام علیہ السلام کا فرمان: " من بعد ما يمضي من زوالها أربعة أقدام "، اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب زوال کے سایہ کے ساتھ چار قدم اور ملائے جائیں تو یہ آدمی کے سایے یا قد کے برابر ہو جاتا ہے.

5- عَنْ أَحْمَدَ اِبْن عُمَرَ عَنْ أَبِي الحَسَنِ (ع) قَالَ: سَأَلْتُهُ عَنْ وَقْتِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ؟ فَقَالَ: وَقْتُ الظَّهْرِ إِذَا زَاغَتْ الشَّمْسُ إِلَى أَنْ يَذْهَبَ الظِّلُّ قَامَةً وَوَقْتُ العَصْرِ قَامَةٌ وَنِصْفٌ إِلَى قَامَتَيْنِ .

(ترجمہ: احمد بن عمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوالحسن (علیہ السلام) سے ظہر اور عصر کے وقت سے متعلق سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا: ظہر کا وقت زوالِ آفتاب سے لیکر ہر

---

[78] الاستبصار از شیخ طوسی، باب آخر وقت الظہر والعصر: (1/258-259)، حدیث نمبر: (926).

چیز کا سایہ اس کے قد کے برابر ہونے تک ہے، اور نمازِ عصر کا وقت ہر چیز کا سایہ دیڑھ گنا سے لے کر دو مثل (یعنی دو گنا) ہونے تک ہے)[79].

حدیث کا مفہوم: ہر انسان کی لمبائی (قد) کو "قامہ" کہا جاتا ہے، چنانچہ اگر کوئی شخص زوال کے بعد سورج کے نیچے کھڑا ہو تو نمازِ ظہر کا وقت اس کا سایہ اس کے قد کے برابر ہونے تک ہے، اوراس کے ساتھ زوال کا سایہ مزید شامل کر لیا جائے، جیسا کہ دوسری روایات سے واضح ہے، اور عصر کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے جب کہ زوال کے سایہ کے علاوہ ہر چیز کا سایہ اس کے قد کے برابر ہو جائے، اور یہ ہر چیز کا سایہ دو گنا (دو مثل) ہونے تک رہتا ہے، یہ فضیلت کا وقت ہے، اور کسی مجبوری کی حالت میں عصر کا وقت غروب آفتاب تک ہے.

غور فرمایئے! کہ نماز ظہر کے وقت کی سایہ کے ساتھ تحدید کر دی گئی ہے، یعنی(زوالِ آفتاب جو کہ نمازِ ظہر کا اول وقت ہے، اس سے لے کر ہر چیز کا سایہ اس کے قد کے برابر ہونے تک ظہر کا وقت ہے، اور اس کے ساتھ سایہ زوال بھی ملایا جائے)، اور اسی طرح نمازِ عصر کے وقت کی بھی سایہ کے ساتھ تحدید کر دی گئی ہے، (یعنی نمازِ عصر کا اول وقت جب کہ زوال کے سایہ کے علاوہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جائے اور آخری وقت ہر چیز کا سایہ دو گنا ہونے تک ہے).

---

[79] الاستبصار از شیخ طوسی، باب أول وقت الظهر والعصر: (247/1)، حدیث نمبر: (883).

6- سَأَلْتُ أَبَا عَبْد الله (ع) عَنْ وَقْتِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ؟ فَكَتَبَ: قَامَةٌ لِلظُّهْرِ وَقَامَةٌ لِلعَصْرِ.

(احمد بن محمد روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے نمازِ ظہر اور عصر کے وقت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: ظہر کا وقت ایک ''قامہ'' اور عصر کا دو ''قامہ'' تک ہے)[80].

حدیث کا مفہوم: یعنی ظہر کا وقت زوال سے لے کر ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہونے تک ہے اور عصر کا وقت ظہر کے آخر وقت (یعنی ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہونے تک) سے لیکر ہر چیز کا سایہ دو مثل ہونے تک ہے.(اور یہ وقت فضیلت ہے).

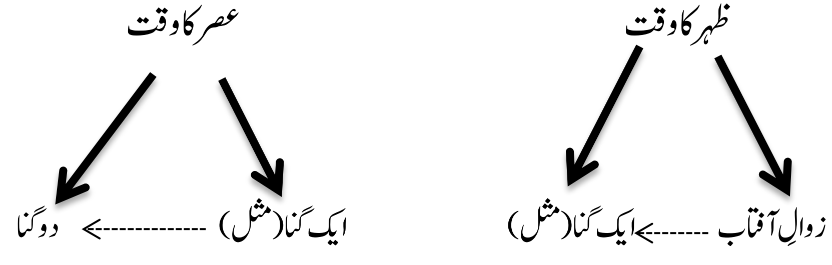

(80) الاستبصار از شیخ طوسی، باب أول وقت الظهر والعصر: (248/1)، حدیث نمبر:(890).

7-عَنْ زُرَارَةَ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا عَبْد الله (ع) عَنْ وَقْتِ صَلَاةِ الظُّهْرِ فَقَالَ: إِذَا كَانَ ظِلُّكَ مِثْلَكَ فَصَلِّ الظُّهْرَ، وَإِذَا كَانَ ظِلُّكَ مِثْلَيْكَ فَصَلِّ العَصْرَ.

(ترجمہ: زرارہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے أبو عبد اللہ (ع) سے نمازِ ظہر کے وقت کے بارے میں پوچھا، توانہوں نے جواب دیا: جب تمہارا سایہ تمہارے قد کے برابر ہو تب تم ظہر کی نماز پڑھ لو، اور جب تمہارا سایہ تمہارے دوگنا ہو جائے تو عصر کی نماز پڑھ لو)[81].

حدیث کا مفہوم: زوال سے لے کر جب آپ کا سایہ ''قامہ'' یعنی ایک مثل ہو جائے تو یہاں تک نمازِ ظہر کا وقت ہے، اور اس کے ''قامہ'' کے بعد سے لیکر آپ کا سایہ دو مثل ہونے تک نمازِ عصر کا وقت ہے.

8- عَنْ مُحَمَّدِ بِنْ حَكِيم قَالَ: سَمِعْتُ العَبْدَ الصَّالِحَ عَلَيْهِ السَلَامُ وَهُوَ يَقُولُ إِنَّ أَوَّلَ وَقْتِ الظُّهْرِ زَوَالُ الشَّمْسِ وَآخِرُ وَقْتِهَا قَامَةٌ مِنْ الزَّوَالِ وَأَوَّلُ وَقْتِ العَصْرِ قَامَةٌ وَآخِرُ وَقْتِهَا قَامَتَانِ قُلْتُ: فِي الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ سَوَاءٌ؟ قَالَ: نَعَمْ .

---

[81] الاستبصار از شیخ طوسی، باب أول وقت الظہر والعصر: (248/1)، حدیث نمبر:(891).

(ترجمہ: محمد بن حکیم بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبد صالح (علی رضا علیہ السلام) سے سنا، وہ فرماتے تھے کہ: بے شک نمازِ ظہر کا اول وقت سورج ڈھلنے کے وقت ہے، اور اس کا آخری وقت زوال کے بعد ہر چیز کا سایہ اس کے قد کے برابر ہونے تک ہے، اور عصر کا اول وقت ایک ''قامہ'' یعنی ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہونے کے وقت ہے، اور اس کا آخری وقت دو ''قامہ'' یعنی ہر چیز کا سایہ دو مثل ہونے تک ہے، میں نے عرض کیا کہ: آیا یہ گرمی اور سردی دونوں موسموں میں برابر ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ہاں)[82].

ضروری وضاحت: اس روایت میں ایک چیز کی وضاحت ضروری ہے کہ ''قامہ'' یعنی سایہ کا کسی چیز کے مثل ہونا. زوال سے شمار کیا جائے گا، یعنی زوال کا سایہ اس میں جمع کیا جائے گا جو کہ گرمیوں اور سردیوں میں مختلف ہوتا ہے، اور یہ توقیت اس طرح ہو گی: (زوال کا سایہ + ہر چیز کے قد کا سایہ)، اور یہ قاعدہ گرمی اور سردی دونوں موسموں کیلئے کار آمد ہے، اور یہ مذکورہ مثال ظہر کے آخری وقت اور عصر کے اول وقت کیلئے ہے.

9- عَنْ يَزِيدَ اِبْنِ خَلِيفَة قَالَ: قُلْتُ: لِأَبِي عَبْد الله (ع) إِنْ عُمْرَ بْنَ حنظلة أَتَانَا عَنْكَ بِوَقْتٍ فَقَالَ: أَبُو عَبْد الله (عَ) إِذًا لَا يَكْذِبُ عَلَيْنَا فَقُلْتُ: ذَكَرَ أَنَّكَ تَقُولُ: إِنَّ أَوَّلَ وَقْتِ صَلَاةٍ اِفْتَرَضَهَا اللهّ تَعَالَى عَلَى نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَالِهِ الظَّهْرُ وَهُوَ قَوْلُ الله عَزَّ وَجَلَّ (أَقِمِ الصَّلَاةُ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ) فَإِذَا زَالَتْ الشَّمْسُ لَمْ يَمْنَعْكَ إِلَّا سُبْحَتُكَ، ثُمَّ لَا تَزَالُ فِي

---

(82) الاستبصار از شیخ طوسی، باب أول وقت الظہر والعصر: (256/1)، حدیث نمبر: (917).

وَقْتٍ إِلَى صَيرِ الظِّلِّ قَامَةٌ وَهُوَ آخِرُ الوَقْتِ، فَإِذَا صَارَ الظِّلُّ قَامَةً دَخَلَ وَقْتُ العَصْرِ فَلَمْ تَزَلْ فِي وَقْتِ العَصْرِ حَتَّى يَصِيرُ الظِّلُّ قَامَتَيْنِ وَذَلِكَ المَسَاءُ، قَالَ: صَدَقَ .

(ترجمہ: یزید بن خلیفہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں: میں نے ابو عبداللہ (ع) سے عرض کیا کہ عمر بن حنظلہ نے آپ کے حوالے سے ہمیں نماز کے اوقات بتائے ہیں، تو امام صاحب نے فرمایا: وہ ہمارے بارے میں جھوٹ نہیں بولے گا، تو میں نے کہا: اس نے ہمیں بتایا ہے کہ: آپ نے فرمایا ہے: '' اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر جو نمازیں فرض کی ہیں ان میں سے پہلی نماز ظہر کے وقت فرض کی ہے، اللہ عزوجل کا فرمان ہے: أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ (نماز قائم کیجئے زوالِ آفتاب سے)، چنانچہ جب زوالِ آفتاب ہو جائے تو آپ کیلئے سوائے ظہر کے پہلے کی سنتوں کے اور کوئی چیز فرض نماز کی ادائیگی میں رکاوٹ نہیں ہے، پھر اس کے بعد یہ وقت ہر چیز کا سایہ اس کے قد کے برابر ہونے تک رہتا ہے، یہ ظہر کا آخری وقت ہے، اور جب ہر چیز کا سایہ اس کے قد کے برابر ہو جائے تو عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے، اور عصر کا وقت ہر چیز کا سایہ دو مثل ہونے تک جاری رہتا ہے، اور یہ سہ پہر کا وقت ہے، تو امام صاحب (أبو عبد الله عليه السلام) نے فرمایا: اس نے سچ کہا ہے'')[83].

---

[83] الاستبصار از شیخ طوسی، باب آخر وقت الظہر والعصر: (260/1)، حدیث نمبر: (932).

اگر طوالت مضمون کے خوف سے باقی روایات کو ذکر بھی نہ کیا جائے تو مسئلہ کی وضاحت کیلئے اتنی ہی روایات کافی ہیں.

10- عَنْ زرارة قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَر رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: وَهُوَ يَحْكِي صَلَاةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وَصَلَّي المَغْرِبَ حِينَ تَغِيبُ الشَّمْسُ، فَإِذَا غَابَ الشَّفَقُ دَخَلَ وَقْتُ العِشَاءِ وَآخِرَ وَقْتِ المَغْرِبِ إِيَابُ الشَّفَقِ، فَإِذَا آبَ الشَّفَقُ دَخَلَ وَقْتُ العِشَاءِ وَآخِرُ وَقْتِ العِشَاءِ ثُلُثُ اللَّيْلِ".

(ترجمہ: زرارہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت أبو جعفر رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم ﷺ کی نماز کے بارے میں یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ: آپ نے نمازِ مغرب اس وقت ادا کی جب سورج غروب ہو گیا، اور جب شفق غائب ہو جائے تو عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے، اور مغرب کا آخری وقت شفق کے غائب ہونے تک ہے، اور جب شفق غائب ہو جائے تو عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور عشاء کا آخری وقت ایک تہائی رات تک ہے)[84].

(84) الاستبصار از شیخ طوسی، باب وقت المغرب والعشاء: (269/1)، حدیث نمبر: (973).

11- عَنْ أَبِي أُسَامَةَ الشحام قَالَ: قَالَ: رَجُلٌ لِأَبِي عَبْد الله (ع) أُؤَخِّرُ المَغْرِبَ حَتَّى تَسْتَبِينَ النُّجُومُ؟ قَالَ: فَقَالَ: خَطَّابِية! إِنَّ جبرئيل (ع) نَزَلَ بِهَا عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَالِهِ حِينَ سَقَطَ القُرْصُ .

(ترجمہ: أبواسامہ الشحام روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے پوچھا: کیا میں مغرب کی نماز کو آسمان پر ستاروں کے ظاہر ہونے تک مؤخر کر سکتا ہوں؟ تو انہوں نے فرمایا: یہ خطابیہ (شیعوں کا ایک فرقہ) کا مسلک ہے، جبرئیل علیہ السلام تو نبی اکرم ﷺ کے پاس نمازِ مغرب اسی وقت پر ادا کرنے کا حکم لیکر آئے تھے جب سورج کی ٹکیہ ڈوب جائے)[85].

12- عَنْ إِسْمَاعِيلَ بِنْ جَابِرٍ عَنْ أَبِي عَبْد الله (ع) قَالَ: سَأَلْتُهُ عَنْ وَقْتِ المَغْرِبِ قَالَ: مَا بَيْنَ غُرُوبِ الشَّمْسِ إِلَى سُقُوطِ الشَّفَقِ .

(ترجمہ: اسماعیل بن جابر حضرت امام أبو عبد اللہ علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ جب میں نے آپ سے نمازِ مغرب کے وقت سے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: مغرب کا وقت غروبِ آفتاب اور شفق کے ڈوبنے کے درمیان ہے)[86].

---

[85] الاستبصار از شیخ طوسی، باب وقت المغرب والعشاء: (262/1)، حدیث نمبر:(943).

[86] الاستبصار از شیخ طوسی، باب وقت المغرب والعشاء: (264-263/1)، حدیث نمبر:(950).

13- عَنْ عَمْرِو بِنْ أَبِي نَصْرٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عَبْد الله عَلَيْهِ السَلَامُ يَقُولُ فِي المَغْرِبِ، إِذَا تَوَارَى القُرْصُ كَانَ وَقْتُ الصَّلَاةِ وَالافْطَارِ.

(ترجمہ: عمرو بن أبو نصر بیان کرتے ہیں کہ میں ابو عبد اللہ علیہ السلام کو نمازِ مغرب کے بارے میں یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: سورج کی ٹکیا غائب ہو جائے تو نمازِ مغرب اور روزہ افطار کرنے کا وقت ہو جاتا ہے)[87].

14- عَنْ عَلِي بِنْ الحَكَمِ عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنْ أَحَدِهِمَا (عَ) أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ وَقْتِ المَغْرِبِ فَقَالَ: إِذَا غَابَ كُرْسِيُّهَا قُلْتُ: وَمَا كُرْسِيُّهَا؟ قَالَ: قُرْصُهَا فَقُلْتُ: مَتَى يَغِيْبُ قُرْصُهَا؟ قَالَ: إِذَا نَظَرْتَ إِلَيْهِ فَلَمْ تَرَهُ.

(ترجمہ: علی بن الحکم نے اس شخص سے روایت کی ہے جس نے (امام باقر یا امام جعفر صادق (ع) دونوں میں سے کسی ایک سے روایت کی ہے کہ جب ان سے نمازِ مغرب کے وقت کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا: جب سورج کی کرسی غائب ہو جائے تو نمازِ مغرب کا وقت ہو جاتا ہے، (تو سائل کہتا ہے) میں نے پوچھا: سورج کی کرسی

[87] الاستبصار از شیخ طوسی، باب وقت المغرب والعشاء: (262/1)، حدیث نمبر: (940).

کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ''سورج کی ٹکیا'' تو میں نے کہا: سورج کی ٹکیا کب غائب ہوتی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: جب اس کی طرف دیکھنے سے وہ آپ کو نظر نہ آئے)[88].

15- عَنْ عَبْد الله بِنْ سِنَان قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عَبْد الله (ع) يَقُولُ وَقْتُ المَغْرِبِ إِذَا غَرَبَتْ الشَّمْسُ فَغَابَ قُرْصُهَا .

(ترجمہ: عبد اللہ بن سنان سے روایت ہے کہ میں نے ابو عبداللہ علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: نمازِ مغرب کا وقت تب ہوتا ہے جب کہ سورج غروب ہو جائے، اور اس کی ٹکیا غائب ہو جائے)[89].

16- عَنْ أَبِي عَبْد الله (ع) قَالَ: كَانَ رَسُولُ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَالِهِ يُصَلِّي المَغْرِبَ حِينَ تَغِيْبُ الشَّمْسُ حَتَّى يَغِيبَ حَاجِبُهَا .

(ترجمہ: حضرت امام ابو عبداللہ علیہ السلام سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مغرب کی نماز اس وقت ادا کیا کرتے تھے جب سورج غروب ہو جائے، یہاں تک کہ اس کا کنارہ چھپ جائے)[90].

---

[88] الاستبصار از شیخ طوسی، باب وقت المغرب والعشاء: (262/1)، حدیث نمبر: (942).

[89] الاستبصار از شیخ طوسی، باب وقت المغرب والعشاء: (263/1)، حدیث نمبر: (944).

[90] الاستبصار از شیخ طوسی، باب وقت المغرب والعشاء: (263/1)، حدیث نمبر: (946).

17- عَنْ أَبِي عَبْد الله (ع) قَالَ: وَقْتُ المَغرِبِ حِينَ تَغِيْبَ الشَّمْسُ.

(ترجمہ: حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ: مغرب کا وقت غروبِ آفتاب کے ساتھ ہوتا ہے)[91].

18- عَنْ أَبِي عَبْد الله عَلَيْهِ السَلَامُ أَنَّ جبرئيل (عَ) أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَالِهِ فِي الوَقْتِ الثَّانِي فِي المَغْرِبِ قَبْلَ سُقُوطِ الشَّفَقِ .

(ترجمہ: حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام سے روایت ہے کہ: جبرئیل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کے پاس مغرب کے آخری وقت میں شفق غائب ہونے سے پہلے آئے)[92].

19- عَنْ ذُرَيحٍ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي عَبْد الله (عَ) أَنَّ أُنَاسًا مِنْ أَصْحَابِ أَبِي الخَطَّابِ يُمْسُونَ بِالمَغْرِبِ حَتَّى تَشْتَبِكَ النُّجُومُ قَالَ: أَبْرَأُ إِلَى الله مِمَّنْ فَعَلَ ذَلِكَ مُتَعَمِّدًا .

(ترجمہ: ذریح بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام ابو عبد اللہ علیہ السلام سے کہا کہ ابوالخطاب (الأسدی) کے پیروکار نمازِ مغرب کو شام کے وقت اس قدر دیر سے پڑھتے ہیں

(91) الاستبصار از شیخ طوسی، باب وقت المغرب والعشاء: (263/1)، حدیث نمبر:(947).

(92) الاستبصار از شیخ طوسی، باب وقت المغرب والعشاء: (263/1)، حدیث نمبر:(949).

کہ آسمان پر ستارے خوب نظر آنے لگتے ہیں، تو امام صاحب نے فرمایا: ''میں اللہ تعالیٰ کے حضور ہر اس شخص سے براءت کا اظہار کرتا ہوں جو جان بوجھ کر (بلاعذر) ایسا کرتا ہے)[93].

ائمہ کرام کے ہاں نمازِ مغرب میں تاخیر کرنے والے کا حکم

مذکورہ تمام احادیث اس بات کی تاکید کرتی ہیں کہ جس نے بلاعذر جان بوجھ کر نمازِ مغرب ادا کرنے میں اس قدر تاخیر کی کہ ستارے نظر آنے لگیں تو اس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی مخالفت کی اور گمراہ خطابیہ فرقہ کی روش اختیار کی، جنہوں نے کوفہ میں بدعت شروع کی تھی، اور تمام ائمہ کرام (علیہم السلام) اللہ کے حضور ان لوگوں (خطابیہ) اور ان کی اس بدعت سے براءت کا اظہار کرتے ہیں.

---

[93] الاستبصار از شیخ طوسی، باب وقت المغرب والعشاء: (268/1)، حدیث نمبر: (970).

کسی عذر کی بنا پر نمازوں کو جمع کرنا

کسی عذر یا مجبوری کی بنا پر مثلاً: سفر، لڑائی کے دوران، خوف، بیماری یا کسی مشکل اور تنگی وغیرہ میں نماز کو مؤخر کرنا یا جمع کرکے پڑھنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ کرام کے طرزِ عمل سے ثابت شدہ ہے، جن میں سے بعض کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء کی دو آیات (101 اور 102) میں کیا ہے، نیز اس سلسلے میں وارد شدہ چند احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں:

1- عَنْ يَزِيدَ بِنْ خَلِيفَةَ قَالَ: قُلْتُ: لِأَبِي عَبْد الله (عَ) إِنْ عُمْرَ بْنَ حنظلة أَتَانَا عَنْكَ بِوَقْتٍ قَالَ: فَقَالَ: أَبُو عَبْد الله (عَ) إِذًا لَا يَكْذِبُ عَلَيْنَا قُلْتُ قَالَ: وَقْتَ المَغْرِبِ إِذَا غَابَ القُرْصُ إِلَّا أَنَّ رَسُولَ الله صَلَّى اللهَ عَلَيْهِ وَالِهِ كَانَ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ أَخَّرَ المَغْرِبَ وَيَجْمَعُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ العِشَاءِ الآخِرَةِ، فَقَالَ: صَدَقَ، وَقَالَ: وَقْتُ العِشَاءِ حِينَ يَغِيْبُ الشَّفَقُ إِلَى ثُلْثِ اللَّيْلِ.

(ترجمہ: یزید بن خلیفہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں: میں نے ابو عبداللہ (ع) سے عرض کیا کہ عمر بن حنظلہ نے آپ کے حوالے سے ہمیں نماز کے اوقات بتائے ہیں، تو امام صاحب نے فرمایا: وہ ہمارے بارے میں جھوٹ نہیں بولے گا، تو میں نے کہا: اس نے ہمیں بتایا ہے کہ: آپ نے فرمایا ہے: ''مغرب کا وقت تب ہوتا ہے جب کہ سورج کی ٹکیا غائب

ہو جائے، مگر رسول اکرم ﷺ جب سفر میں گامزن ہوتے تو نمازِ مغرب کو مؤخر کر کے عشاء کی نماز کے ساتھ جمع کر کے ادا کیا کرتے تھے"، تو امام صاحب نے فرمایا: "اس نے سچ کہا ہے"، اور فرمایا: "اور عشاء کا وقت شفق کے غائب ہونے سے رات کے ایک تہائی حصے تک ہے")[94].

ذرا غور فرمایئے کہ امام صاحب نے فرمایا ہے: " إذا جد به السير "یعنی دورانِ سفر، یعنی نمازِ مغرب میں تاخیر اور عشاء کے ساتھ جمع کرنے کی علت اور سبب "سفر" ہے.

2- عَنْ جَعْفَرَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَالِهِ كَانَ فِي اللَّيْلَةِ المَطِيرَةِ يُؤَخِّرُ مِنْ المَغْرِبِ وَيُعَجِّلُ بِالعِشَاءِ فَيُصَلِّيْهِمَا جَمِيعًا وَيَقُولُ: مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ .

(حضرت امام جعفر صادق، اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ : بے شک نبی اکرم ﷺ برسات کی رات میں نمازِ مغرب کو کچھ مؤخر اور نمازِ عشاء کو کچھ مقدم کر کے دونوں کو جمع کر کے ادا کیا کرتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے: "جو رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جائے گا")[95].

---

[94] الاستبصار از شیخ طوسی، باب وقت المغرب والعشاء: (267/1)، حدیث نمبر:(965).

[95] الاستبصار از شیخ طوسی، باب وقت المغرب والعشاء: (267/1)، حدیث نمبر:(966).

3- عَنْ الحَسَنِ بِنْ عَلِى بنِ يَقْطِين عَنْ أَخِيهِ الحُسَيْن عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَأَلْتُهُ (ع) عَنْ الرَّجُلِ تُدْرِكُهُ صَلَاةُ المَغْرِبِ فِي الطَّرِيقِ أَيُؤَخِّرُهَا إِلَى أَنْ يَغِيْبَ الشَّفَقُ قَالَ: لَا بَأْسَ بِذَلِكَ فِي السَّفَرِ فَأَمَّا فِي الحَضَرِ فَدُونَ ذَلِكَ شَيْئًا .

(حسن بن علی بن یقطین اپنے بھائی سے روایت کرتے ہیں، اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: میں نے ان سے (یعنی امام جعفر صادق علیہ السلام سے)اس شخص کے بارے میں سوال کیا کہ جسے راستے میں ہی نمازِ مغرب کا وقت ہو جائے تو کیا وہ اسے غروبِ شفق تک مؤخر کر سکتا ہے؟تو انہوں(امام صاحب)نے فرمایا:''دورانِ سفر ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن جہاں تک حضر کا تعلق ہے تو اس میں نماز کو مؤخر کرنے کا کوئی عذر یا سبب ہونا چاہئے)[96].

حدیث کا مفہوم: کہ حضر ''اقامت'' میں بغیر کسی عذر یا سبب کے نماز کو مؤخر کرنا یا دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے.

4- عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَر (ع) يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَالِهِ إِذَا كَانَتْ لَيْلَةٌ مُظْلَمَةٌ أَوْ مَطَرٌ صَلَّي المَغْرِبَ ثُمَّ

---

[96] الاستبصار از شیخ طوسی، باب وقت المغرب والعشاء: (267/1)،حدیث نمبر:(967).

مَكَثَ قَدْرَ مَا يَتَنَفَّلُ النَّاسُ ثُمَّ أَقَامَ مُؤَذِّنُهُ ثُمَّ صَلَّى العَشَاءَ الآخِرَةَ وَانْصَرَفُوا .

(ترجمہ: ابو عبیدہ سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: رسول اللہ ﷺ سخت اندھیرے یا بارش والی رات میں مغرب کی نماز پڑھاتے، پھر اتنی دیر انتظار کرتے جس میں سنتیں ادا کی جاسکتی ہوں، پھر آپ کا مؤذن اقامت کہتا اور آپ عشاء کی نماز پڑھاتے، پھر سارے لوگ گھروں کو چلے جاتے)(97).

ملاحظہ:

1- ان آخری احادیث میں قابل غور بات یہ ہے: مغرب کو مؤخر کرکے عشاء کے ساتھ جمع کرکے پڑھنا، یا عشاء کو مقدم کرکے مغرب کے ساتھ ملا کر ادا کرنا بغیر کسی عذر (سفر، بارش، خوف، بیماری، جنگ یا تنگی ومشقت) کے جائز نہیں ہے.
2- اس سلسلے میں مذکور تمام احادیث اس کی تائید کرتی ہیں کہ مغرب کا وقت آفتاب کی ٹکیا غائب ہونے سے لیکر شفق کے ختم ہونے تک ہے، اور جب شفق (غروب کے وقت افقِ مغرب پر نمایاں ہونے والی سرخی) ختم ہو جائے تو نمازِ عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے.

(97) الاستبصار از شیخ طوسی، باب وقت المغرب والعشاء: (272/1)، حدیث نمبر: (985).

3- یہ تمام تر احادیث بطونِ کتب میں موجود اور صفحاتِ مصادر میں منتشر ہیں، لیکن عامۃ الناس سے مخفی ہیں، جو کہ صرف وہی جانتے ہیں جو ان کے سامنے لایا گیا ہے، یا جس پر عمل ہوتے ہوئے وہ مساجد میں دیکھتے ہیں، وہ اسی کو حق اور سچ اور حرفِ آخر سمجھتے ہیں.

یہ تمام تر احادیث اپنی اپنی جگہ اور مقامات پر طاقِ نسیان کا شکار اور روز بروز لوگوں کے حافظے اور معلومات سے بعید تر اور عمل واقع سے منقطع اور لا تعلق ہوتی جارہی ہیں، آخر یہ صورتحال کب تک جاری رہے گی؟

ہم ان احادیث کو کیوں منظرِ عام پر نہیں لاتے، اور گردشِ ایام اور مرورِ زمانہ کی اڑائی ہوئی دھول اور غبار آخر ان سے کیوں نہیں جھاڑتے اور صاف کرتے؟ تاکہ مسلمانوں کو یہ معلوم ہو سکے کہ ہمارا اختلاف مصنوعی اور بناوٹی ہے، اور وہ یہ جان سکیں کہ ان سب کی اصل اور اصول ایک ہی ہے، اور اس اصول کی مخالفت کرنے والا ان میں تفرقہ اور اختلاف ڈالنے کیلئے بہروپیے کی شکل میں ان میں در آیا ہے، اور ائمہ اسلام (رحمہم اللہ) کی طرف بہت سی ایسی باطل اور من گھڑت روایات منسوب کر دی گئی ہیں جو کہ دشمنانِ اسلام اور زنادقہ بالخصوص علاقائی اختلاف کو ہوا دینے والوں کی کارستانیاں اور خود ساختہ ریشہ دوانیاں ہیں، تاکہ وہ مسلمانوں کو پریشان کریں، اور ان پر حقائق کو خلط ملط کر دیں، لیکن اگر آپ ایسی روایات کو کتاب وسنت کے معیار پر پرکھیں اور شریعت کی میزان پر تولیں گے تو آپ ان کو قرآن وسنت کے خلاف پائیں گے، اور کتاب وسنت کے خلاف ہونا ہی ان کے باطل ہونے کی دلیل ہے. بلکہ یہ باطل روایات تو ائمہ کرام (رحمہم اللہ) سے منقول روایات

کے بھی خلاف ہیں جو کہ قرآن وسنت سے مطابقت رکھتی ہیں، لہٰذا یہ من گھڑت اور خود ساختہ روایات دونوں اعتبار سے باطل اور بے بنیاد ہیں، یعنی کتاب وسنت سے مخالفت کی بناپر جیسا کہ حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ سے مروی ہے: ''كُلُّ حَدِيْثٍ لَا يُوَافِقُ كِتَابَ اللهِ فَهُوَ زُخْرُفٌ'' (ترجمہ: ہر وہ روایت جو کتاب اللہ کی مخالف ہو باطل اور جھوٹی ہے)، اور دوسری چیز: ان روایات کا ائمہ کرام کی روایت کردہ احادیث کے خلاف ہونا. لہٰذا ہم ایسی ملمع شدہ اور خود ساختہ روایات پر اپنے دین کی عمارت کیسے استوار کر سکتے ہیں؟.

اہل سنت کے مصادر میں نمازوں کو جمع کرنا

سید محمد الیاسری النجفی اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہر ایک کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امت محمد یہ پر (علی صاحبہا الصلوٰۃ) اسراء و معراج کے موقعہ پر پچاس نمازیں فرض قرار دینے کے بعد پانچ کی فرضیت برقرار رکھی ہے، اور ہر نماز کیلئے الگ الگ وقت مقرر کیا ہے، جس سے تجاوز کرنا کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں ہے.

پنجگانہ نماز کے اوقات کی مشروعیت بھی شریعت کے عظیم اور پر حکمت احکام میں سے ہے، اور دین اسلام کا یہ اعجاز ہے کہ اس کے تشریعی احکام ہر مقام اور ہر زمانے کے تمام بنی نوع انسان کے مصالح پر مبنی اور ان کے احوال و ظروف کے موافق ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے ان تشریعی احکام اور اس کے مقرر کردہ حدود و قیود کے ساتھ کھلواڑ کرنا قطعاً ناجائز اور حرام ہے، کیونکہ ایسا کرنا دین اسلام کی ہمہ گیری اور اعجاز کے سراسر منافی اور اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام اور شریعت کی سراسر خلاف ورزی ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ انسان کی قدرت اور صلاحیت کو خود انسان سے بڑھ کے جاننے والا ہے، اس لئے وہ انسان کو کسی ایسی چیز کا مکلّف نہیں بناتا جو کہ اس کی استطاعت اور طاقت سے زیادہ اور باہر ہو، لیکن کبھی ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ انسان کو ایسا عارضہ پیش آجائے اور کوئی مجبوری لاحق ہو تو وہ شریعت کے مقرر کردہ اصول و ضوابط کے مطابق عمل کرنے سے احکام میں تبدیلی کر دیتا ہے، تاکہ اس حکم پر عمل کرنا ممکن اور آسان ہو جائے، بلکہ اسی بنا پر فقہاء نے یہ قاعدہ مقرر کیا ہے: ''عِنْدَ الضَّرُوْرَاتِ تُبَاحُ المَحْظُوْرَاتُ'' کہ ضرورت کے وقت محظورات (ممنوعات) بھی جائز قرار پاتی ہیں، جیسا کہ جان بچانے کیلئے اضطراری حالت میں مردار

اور خنزیر کا گوشت یا شراب پینا وغیرہ، یہ تمام چیزیں بنیادی طور پر شریعت میں حرام ہیں، لیکن ضرورت کے وقت جب کہ بھوک یا پیاس کی وجہ سے جان کو خطرہ ہو تو اضطراری کیفیت میں ضرورت کے مطابق ان چیزوں کا استعمال جائز ہے، لیکن جب ضرورت یا اضطراری کیفیت ختم ہو جائے تو پھر اصل کی طرف لوٹنا لازمی ہے، یعنی ان اشیاء کی حرمت کے پیشِ نظر ان کا استعمال حرام ہے، اور یہی اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حدود ہیں، اور وہ لوگ جو ان حدود سے تجاوز کرتے ہیں یعنی مثال کے طور پر وہ بلا اضطراری کیفیت کے شراب پیتے ہیں، اور اس کے مجبوری اور ضرورت کے وقت مباح ہونے کو دلیل اور حجت بناتے ہیں تو وہ غلطی پر ہیں، اور علم رکھتے ہوئے اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کو حلال قرار دینے کی مجرمانہ جسارت کرتے ہیں، جو کہ سراسر کفر اور ملتِ اسلامیہ سے خروج کا باعث ہے.

پنجگانہ نمازیں جو کہ دین کا ستون ہیں، اور جن کا ترک کرنا شراب نوشی جیسے گناہ سے بھی کہیں بڑا جرم ہے، ان کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے آفتاب کے حساب سے پانچ اوقات مقرر کئے ہیں، اور ہمیں ان اوقات کی پابندی کرنے کا حکم دیا ہے، لیکن کسی شرعی عذر یا مجبوری کے وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے ہمیں نمازِ ظہر اور عصر، اور مغرب اور عشاء کو جمع کر کے ادا کرنے کی بھی اجازت دی ہے، لیکن عذر یا مجبوری کے ختم ہو جانے کے بعد بھی بلا عذر ہمیشہ نمازیں جمع کر کے ادا کرنا یہ کوئی اجنبی شریعت ہے، جو کہ اسلامی شریعت کے خلاف ہے، کیونکہ بلا عذر نمازوں کو جمع کرنا درست نہیں ہے.

اہل سنت کے تمام دواوین اور کتب حدیث میں اسی موضوع کے مطابق احادیث وارد ہیں جو ہم نے بیان کیا ہے، سوائے ایک حدیث کے جو کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، جس سے بعض لوگوں کو شبہ ہوا ہے، جس کی بنا پر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بغیر کسی عذر کے دو نمازوں کو جمع کر کے ادا کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں.

اور افسوسناک پہلو یہ ہے کہ اس حدیث کے راوی نے عمداً صرف ایک ہی حدیث بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے، جس سے اس کو یہ وہم ہوا ہے، وہ ان تمام روایات کو بیان نہیں کرتا جن کو اگر جمع کیا جائے تو یہ وہم اور شبہ بالکل ختم ہو جاتا ہے، جیسا کہ عنقریب بیان کیا جائے گا.

نبی اکرم ﷺ نے اپنے 23 سالہ دورِ نبوت میں تقریباً (30,000) تیس ہزار سے زیادہ فرض نمازیں ادا کی ہیں، اور صرف مدینہ طیبہ میں تقریبا (20,000) بیس ہزار فرض نمازیں ان کے مقررہ اوقات میں جن کی اللہ تعالیٰ نے تحدید کی ہے، ادا کی ہیں، آپ ان نمازوں کو سفر، بیماری یا ان جیسے دیگر عذر کے سوا کبھی جمع نہیں کرتے تھے، تو کیا یہ شرعی طور پر درست اور عقلی لحاظ سے مناسب ہے کہ ہم صرف ایسی ایک حدیث کو دلیل اور حجت بنالیں جس میں یہ ذکر ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ نمازوں کو جمع کیا تھا.

فرض کر لیجئے کہ اگر اس ایک مرتبہ آپ نے نمازوں کو بغیر عذر کے ہی جمع کیا ہو، تو یہ کیسے مناسب ہے کہ اس بار کئے جانے والے عمل کی بنا پر آپ ﷺ کے زندگی بھر کے معمول سے صرفِ نظر کر لیں، اور اسے ہی اپنا معمول بنالیں؟

کیا ہمیں اس سبب کے بارے میں غور نہیں کرنا چاہئے جس کی بنا پر آپ نے اس موقعہ پر نمازیں جمع کی تھیں، تاکہ ہم اس حدیث اور باقی تمام احادیث میں تطبیق اور توفیق کا راستہ اپنا سکیں، اور یہ معمولی بات نہیں بلکہ مطلق طور پر یہ دین کے سب سے عظیم عمل کی ادائیگی کا معاملہ ہے.

حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کا جواب

حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ اور مسند احمد میں مذکور ہے، ہر ایک نے الگ الگ الفاظ میں اسے روایت کیا ہے، اگر ان تمام الفاظ اور مرویات کو جمع کیا جائے تو واضح طور پر یہ بات سامنے آتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے مدینہ طیبہ میں ایک مرتبہ کسی حرج یا مشقت کی وجہ سے بھی نمازیں جمع کی تھیں، اور اس طرح یہ اشکال بھی رفع ہو جاتا ہے اور حدیث اور نبی اکرم ﷺ کی زندگی بھر کے معمولات میں موافقت بھی پیدا ہو جاتی ہے.

حدیثِ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مختلف الفاظ ملاحظہ ہوں:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

1- صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَدِينَةِ مُقِيمًا غَيْرَ مُسَافِرٍ سَبْعًا وَثَمَانِيًا.

(ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے حالتِ حضر میں مدینہ میں قیام کے دوران سات اور آٹھ رکعتیں ادا کیں)[98].

---

(98) صحیح بخاری، حدیث نمبر: (543) اور (562). مسند احمد، حدیث نمبر: (1929)، اور یہ الفاظ مسند احمد کے ہیں.

2- صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيعًا، وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمِيعًا، فِي غَيْرِ خَوْفٍ، وَلَا سَفَرٍ.

(ترجمہ: رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر کو اور مغرب اور عشاء کو کسی خوف یا سفر کے بغیر جمع کرکے پڑھایا)[99].

ذرا غور فرمایئے! پہلی روایت کے الفاظ اس بات کی نفی کرتے ہیں کہ جس عذر کی بنا پر نمازیں جمع کی گئیں وہ سفر تھا.اور دوسری روایت سفر اور خوف دونوں کی نفی کرتی ہے، جس کا ہر گز یہ مطلب نہیں ہے کہ اس سے مطلق طور پر حرج اور مشقت کے تمام احوال کی نفی ہو جاتی ہے، ممکن ہے جس حرج یا عذر کی وجہ سے رسول اکرم ﷺ نے نمازیں جمع کی تھیں، وہ ان مذکورہ احوال کے علاوہ دیگر احوال وظروف ہوں، تو گویا ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کی تردید کرنا چاہتے ہیں جو کہ نمازیں جمع کرنے کا سبب صرف سفر یا سفر اور خوف ہی سمجھتے ہیں، اور ان کا یہ فرمان اسی غرض کیلئے ہے، اور جس بات سے اس کی وضاحت اور تائید ہوئی اور جو چیز اس حدیث کو احتمال کے دائرے سے خارج کرتی ہے وہ آئندہ ذکر کی جانے والی یہ حدیث ہے.

3-امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی کے حوالے سے بیان کیا ہے:" أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِالْمَدِينَةِ سَبْعًا وَثَمَانِيًا: الظُّهْرَ

[99] صحیح مسلم، حدیث نمبر:(705)، موطأ مالک، باب الجمع بین الصلاتین فی الحضر والسفر، حدیث نمبر(4).

وَالعَصْرَ وَالمَغْرِبَ وَالعِشَاءَ "، فَقَالَ أَيُّوبُ: لَعَلَّهُ فِي لَيْلَةٍ مَطِيرَةٍ، قَالَ: عَسَى "

(ترجمہ: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں سات اور آٹھ رکعات پڑھائیں، یعنی ظہر اور عصر کو جمع کر کے، اور مغرب وعشاء کو ایک ساتھ جمع کر کے، ایوب سختیانی نے (جابر بن زید سے) کہا: ممکن ہے کہ یہ برسات کی رات میں ہو، تو آپ نے فرمایا: ہو سکتا ہے)[100].

راوی حدیث جابر بن زید کا یہ قول اسی حدیث میں ہے جو نمبر (1) پر بخاری واحمد اور نمبر (2) پر مسلم اور مالک کے حوالے سے گزر چکی ہے، اور یہاں نمبر (3) پر مفصل ذکر کی گئی ہے، جس میں راوی حدیث خود بیان کرتے ہیں، ممکن ہے کہ اس وقت نمازیں جمع کرنے کا کوئی سبب ہو جو کہ خوف یا سفر کے علاوہ ہو، اور وہ بارش ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ بارش کی وجہ سے ایسا کیا ہو.

---

(100) صحیح بخاری، حدیث نمبر: (543).

جمع صوری

حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دوسری روایات یہ وضاحت کرنے کے ساتھ ساتھ کہ آپ کا نمازوں کو جمع کرنا کسی عذر یا ضرورت کی بنا تھا، اس امر کی بھی وضاحت کرتی ہیں کہ نمازوں کو جمع کرنے کی یہ صورت وہی ہے جسے فقہاء جمع صوری کہتے ہیں، اور جمع صوری یہ ہے کہ ظہر کو اس کے آخری وقت تک مؤخر کر کے ادا کرنا اور پھر اس کے فوراً بعد عصر کو اس کے اول وقت میں مقدم کر کے ادا کرنا، جیسا کہ آئندہ روایت میں مذکور ہے.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ کہتے ہیں: " صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ ثَمَانِيًا جَمِيعًا وَسَبْعًا جَمِيعًا، أَخَّرَ الظُّهْرَ وَعَجَّلَ الْعَصْرَ، وَأَخَّرَ الْمَغْرِبَ وَعَجَّلَ الْعِشَاء "

(ترجمہ: میں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مدینہ میں آٹھ رکعات ایک ساتھ اور سات رکعات ایک ساتھ ادا کیں، آپ نے ظہر کو مؤخر کیا اور عصر کو مقدم کیا، اور مغرب کو مؤخر کیا اور عشاء کو مقدم کیا)[101].

اور نبی اکرم ﷺ کا اس طرح نمازوں کو جمع کرنا اس لئے تھا تاکہ آپ کی امت حرج یا مشقت میں مبتلا نہ ہو، یعنی نبی اکرم ﷺ اپنی امت کو یہ تعلیم دینا چاہتے تھے کہ

---

(101) سنن نسائی، حدیث نمبر: (589)، البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے، البتہ لفظ (أخر الظهر) کو مدرج قرار دیا ہے.

کسی عذر یا مجبوری یا کسی بھی ضرورت خواہ وہ سفر ہو یا بارش یا کوئی اور عذر جو حالات میں تغیر و تبدل کے باعث ہوتا ہے، اس میں نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے، آئندہ احادیث میں اس کی مزید وضاحت موجود ہے.

1- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «جَمَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ، وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمَدِينَةِ، فِي غَيْرِ خَوْفٍ، وَلَا مَطَرٍ» قِيلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ: لِمَ فَعَلَ ذَلِكَ؟ قَالَ: «أَرَادَ أَنْ لَا يُحْرِجَ أُمَّتَهُ»

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بغیر کسی خوف یا بارش کے ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کو جمع کیا، حضرت ابن عباس سے پوچھا گیا: آپ ﷺ نے ایسا کیوں کیا تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا: آپ یہ چاہتے تھے کہ آپ کی امت کسی حرج یا تنگی میں مبتلا نہ ہو)[102].

ذرا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول" آپ یہ چاہتے تھے کہ آپ کی امت کسی حرج یا تنگی میں مبتلا نہ ہو" پہ غور فرمایئے! اس کا مطلب یہ ہے کہ جب امت کا کوئی فرد کسی بھی طرح کے مشکل احوال وظروف سے دوچار ہو تو اس کیلئے جائز ہے کہ وہ نمازیں جمع کر سکتا ہے، خواہ وہ عذر یا مجبوری کی قسم کوئی بھی ہو، یہ شرط نہیں ہے کہ عذر یا مجبوری بارش، سفر یا خوف ہی ہو، بلکہ زمان ومکان کے احوال وظروف کے مطابق وہ مجبوری کوئی بھی ہو سکتی ہے، اور یہ اسلام کی عظمت اور ہمہ گیری ہے کہ اس کے احکام اور

[102] صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرہا، باب: الجمع بین الصلاتین فی الحضر، حدیث نمبر: (705).

تعلیمات جامد اور کسی دور یا حالات کے ساتھ خاص نہیں ہیں، بلکہ ہر دور اور ہر قسم کے حالات کے لئے کار آمد اور یکساں مفید ہیں، چنانچہ یہ نص عام ہے اور صرف حرج اور مشقت کی انہی چند صورتوں اور انواع کے لئے مخصوص نہیں جو کہ نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں پائی جاتی تھیں، بلکہ یہ ان تمام احوال وظروف کیلئے ہیں جو اس وقت تو معروف نہیں تھے لیکن بعد میں پیدا ہوئے اور ہوتے رہیں گے.

اسی طرح دین اسلام دائمی اور ابدی طور پر تمام قسم کے تطوراتِ حیات اور ظروف و احوال کیلئے رہنما اور کار آمد ہے.

2-عَنْ عَمْرٍو، قَالَ: . . . قُلْتُ: يَا أَبَا الشَّعْثَاءِ، أَظُنُّهُ أَخَّرَ الظُّهْرَ، وَعَجَّلَ العَصْرَ، وَعَجَّلَ العِشَاءَ، وَأَخَّرَ المَغْرِبَ، قَالَ: وَأَنَا أَظُنُّهُ.

(عمرو بن دینار روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے ابو الشعثاء سے کہا: (اور یہ ابو الشعثاء وہی راوی ہیں جنہوں نے مذکورہ بالا روایت نمبر (1) اور (2) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے) میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے ظہر کو مؤخر کیا اور عصر کو مقدم کیا ہوگا، اور مغرب کو مؤخر کیا اور عشاء کو مقدم کیا ہوگا، تو ابو الشعثاء نے کہا کہ میرا بھی یہی خیال ہے)[103].

---

[103] صحیح بخاری، کتاب التہجد، باب: من لم یتطوع بعد المکتوبۃ، حدیث نمبر: (1174).

امام بخاری، مسلم اور نسائی نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں: " مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى صَلاَةً بِغَيْرِ مِيقَاتِهَا، إِلَّا صَلاَتَيْنِ: جَمَعَ بَيْنَ المَغْرِبِ وَالعِشَاءِ، وَصَلَّى الفَجْرَ قَبْلَ مِيقَاتِهَا "

(ترجمہ: عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دو نمازوں کے سوا میں نے نبی کریم ﷺ کو اور کوئی نماز بغیر وقت نہیں پڑھتے دیکھا، آپ ﷺ نے مغرب اور عشاء ایک ساتھ پڑھیں اور فجر کی نماز بھی اس دن (مزدلفہ میں) معمول کے وقت سے پہلے ادا کی)[104].

امام نسائی نے سنن کبریٰ میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ذکر کی ہے کہ: «صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ ثَمَانِيًا جَمِيعًا، وَسَبْعًا جَمِيعًا، أَخَّرَ الظُّهْرَ، وَعَجَّلَ الْعَصْرَ، وَأَخَّرَ الْمَغْرِبَ، وَعَجَّلَ الْعِشَاءَ»

---

[104] صحیح بخاری، حدیث نمبر: (1682)، صحیح مسلم، حدیث نمبر: (1289)، سنن نسائی، حدیث نمبر: (3038).

(ترجمہ: میں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مدینہ میں آٹھ رکعات ایک ساتھ اور سات رکعات ایک ساتھ ادا کیں، آپ نے ظہر کو مؤخر کیا اور عصر کو مقدم کیا اور مغرب کو مؤخر کیا اور عشاء کو مقدم کیا)(105).

اس کے بعد کسی عذر یا مجبوری کی بناپر جمع صوری کے متعلق حدیث بیان کرنے والے حضرات ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان سنئے کہ آپ کیا کہتے ہیں؟

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ جَمَعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فَقَدْ أَتَى بَابًا مِنْ أَبْوَابِ الْكَبَائِرِ»

(ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے بغیر عذر کے دو نمازیں جمع کرلیں تو اس نے کبیرہ گناہوں میں سے ایک بڑے گناہ کا ارتکاب کیا)(106).

اور اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: "مَا صَلَّى رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم الصَّلَاةَ لِوَقْتِهَا الآخِرَ مَرَّتَيْنِ حَتَّى قَبَضَهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ"

---

(105) السنن الکبریٰ از نسائی، حدیث نمبر:(375).

(106) المستدرک علی الصحیحین از حاکم، حدیث نمبر:(1020).

(ترجمہ: رسول اکرم ﷺ نے اپنی پوری حیاتِ مبارکہ میں کسی نماز کو اس کے آخری وقت میں دو مرتبہ ادا نہیں کیا)[107].

رہا حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی امیر المؤمنین عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے ساتھ نماز ادا کرنے والی روایت تو اس کا ہمارے موضوع کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، کیونکہ بخاری شریف میں یہ روایت (باب وقت العصر) کے تحت مذکور ہے نا کہ نمازیں جمع کرنے کے باب میں، اس لئے اس کا نمازیں جمع کرنے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، کیونکہ عمر بن عبد العزیز بحیثیت امیر المؤمنین امورِ سلطنت میں مشغول ہونے کی وجہ سے نمازِ ظہر کو اس کے درمیانی (اول اور آخر وقت کے درمیان) وقت ادا کرتے، اور عادتاً وہ قراءت لمبی کیا کرتے، پھر فرض نماز کو مکمل طور پر ادا کرتے اور تسبیحات بھی زیادہ پڑھتے تھے، اور تمام ارکان نماز کو مکمل طور پر ادا کرتے، اور خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کیا کرتے. پھر فرض نماز کے بعد کے اذکار میں مشغول رہتے اور پھر ظہر کے بعد کی سنتیں ادا کرتے، تو ان تمام امور سے فراغت تک عصر کا وقت قریب آچکا ہوتا تھا، اسی وقت میں حضرت أبوأمامہ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں سمیت مسجد سے نکلے اور حضرت أنس رضی اللہ عنہ کے گھر تک پہنچتے پہنچتے نمازِ عصر کا وقت ہو چکا تھا.

اب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے نماز میں کتنا وقت صرف کیا ہو گا کہ جس کے بعد حضرت أبوأمامہ رضی اللہ عنہ مسجد سے نکلے ہوں گے؟ نمازیں ادا کرنے کے بعد وہ کتنی دیر مسجد میں بیٹھے رہے؟ حضرت أنس رضی اللہ عنہ کے گھر تک پیدل چل کر

---

(107) مسند احمد، حدیث نمبر: (24614).

پہنچنے میں ان کو کتنی دیر لگی ہو گی؟ حضرت أنس رضی اللہ عنہ کے گھر اور مسجد کے درمیان کتنا فاصلہ تھا؟ یہ تمام امور غیر واضح اور حدیث کے الفاظ میں ان کے متعلق کوئی اشارہ موجود نہیں ہے، تو اسے پھر کس طرح دلیل بنایا جاسکتا ہے، اور واضح احادیث کو چھوڑ کر محتمل روایت کو کیسے اختیار کیا جاسکتا ہے؟

کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ حضرت أنس رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز مسجد میں کیوں ادا نہیں کی تھی؟

جواب: ہو سکتا ہے کہ ان کا کوئی شرعی عذر ہو جس کی بنا پر ان کا جماعت سے پیچھے رہنا جائز ہو.

اور جہاں تک حضرت أنس رضی اللہ عنہ کے اس قول کا تعلق ہے کہ "هَذِهِ صَلَاةُ رَسُوْلِ الله صلى الله عليه وسلم الَّتِي كُنَّا نُصَلِّي مَعَهُ" تو اس کا تعلق نماز کے طریقہ، کیفیت قراءت، رکوع، سجود اور خشوع کے ساتھ ہے نہ کہ نماز کے وقت کے ساتھ.

اوقاتِ نماز کے بارے میں جبرئیل علیہ السلام کی متفق علیہ حدیث

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے اور اسی طرح جلیل القدر صحابی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی للہ عنہ سے مروی ہے (جیسا کہ طوسی کی کتاب الاستبصار، کاشانی کی کتاب الوافی، مجلسی کی کتاب بحار الأنوار، ابن بابویہ قمی کی کتاب من لایحضرہ الفقیہ، حر العاملی کی کتاب وسائل الشیعہ اور نوری طبرسی کی کتاب مستدرک الوسائل میں مذکور ہے).

اور اسی طرح اس حدیث کو احمد، ترمذی اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے.

حدیث اس طرح ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَهُ جِبْرِيلُ، فَقَالَ: قُمْ فَصَلِّهْ، فَصَلَّى الظُّهْرَ حِينَ زَالَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ جَاءَهُ الْعَصْرَ، فَقَالَ: قُمْ فَصَلِّهْ، فَصَلَّى الْعَصْرَ حِينَ صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَهُ - أَوْ قَالَ: صَارَ ظِلُّهُ مِثْلَهُ - ثُمَّ جَاءَهُ الْمَغْرِبَ، فَقَالَ: قُمْ فَصَلِّهْ، فَصَلَّى حِينَ وَجَبَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ جَاءَهُ الْعِشَاءَ، فَقَالَ: قُمْ فَصَلِّهْ، فَصَلَّى حِينَ غَابَ الشَّفَقُ، ثُمَّ جَاءَهُ الْفَجْرَ، فَقَالَ: قُمْ فَصَلِّهْ، فَصَلَّى حِينَ بَرَقَ الْفَجْرُ - أَوْ قَالَ: حِينَ سَطَعَ الْفَجْرُ ثُمَّ جَاءَهُ مِنَ الْغَدِ لِلظُّهْرِ، فَقَالَ: قُمْ فَصَلِّهْ، فَصَلَّى الظُّهْرَ حِينَ صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَهُ، ثُمَّ جَاءَهُ لِلْعَصْرِ، فَقَالَ: قُمْ فَصَلِّهْ، فَصَلَّى

الْعَصْرَ حِينَ صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَيْهِ، ثُمَّ جَاءَهُ لِلْمَغْرِبِ، وَقْتًا وَاحِدًا لَمْ يَزُلْ عَنْهُ، ثُمَّ جَاءَ لِلْعِشَاءِ، حِينَ ذَهَبَ نِصْفُ اللَّيْلِ - أَوْ قَالَ: ثُلُثُ اللَّيْلِ - فَصَلَّى الْعِشَاءَ، ثُمَّ جَاءَهُ لِلْفَجْرِ حِينَ أَسْفَرَ جِدًّا، فَقَالَ: قُمْ فَصَلِّهْ، فَصَلَّى الْفَجْرَ، ثُمَّ قَالَ: مَا بَيْنَ هَذَيْنِ وَقْتٌ.

(ترجمہ: نبی اکرم ﷺ کے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے، اور آپ سے کہا: اٹھئے اور نماز ادا کیجئے، تو آپ نے ظہر کی نماز اس وقت ادا کی جب کہ سورج ڈھل چکا تھا، پھر وہ آپ کے پاس عصر کے وقت آئے اور آپ سے کہا: اٹھئے اور نماز ادا کیجئے، تو آپ ﷺ نے عصر کی نماز ادا کی جب کہ ہر چیز کا سایہ اس کے قد کے برابر ہو چکا تھا، پھر مغرب کے وقت آئے اور آپ سے کہا: اٹھئے اور نماز ادا کیجئے، تو آپ ﷺ نے مغرب کی نماز ادا کی، اور اس وقت سورج غروب ہو چکا تھا، پھر عشاء کے وقت آئے اور آپ کو نماز ادا کرنے کیلئے کہا تو آپ نے عشاء کی نماز ادا کی، جب کہ شفق غائب ہو چکی تھی، پھر وہ آپ کے پاس فجر کے وقت آئے اور آپ کو نماز پڑھنے کیلئے کہا تو آپ نے فجر کی نماز ادا کی جبکہ پَو پھوٹ چکی (صبح صادق طلوع ہو چکی تھی).

پھر اگلے روز وہ (جبرئیل علیہ السلام) ظہر کے وقت آئے اور آپ کو نماز پڑھنے کیلئے کہا تو آپ نے اس وقت ظہر کی نماز ادا کی جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو چکا تھا، پھر وہ آپ کے پاس عصر کے وقت آئے اور آپ سے کہا: اٹھئے اور نماز ادا کیجئے، تو آپ نے عصر کی نماز ادا کی جب کہ ہر چیز کا سایہ اس سے دوگنا (دو مثل) ہو چکا تھا، پھر مغرب کی نماز کیلئے اسی وقت آئے جس وقت پہلے دن آئے تھے، پھر وہ عشاء کی نماز کیلئے اس وقت آئے جب کہ

رات کا ایک تہائی (1/3) یا آدھا حصہ گزر چکا تھا، تو اس وقت آپ نے نمازِ عشاء ادا کی، پھر (صبح کی نماز کیلئے) اس وقت آئے جب سپیدۂ سحر نمودار ہو چکا تھا، تو آپ کو نماز ادا کرنے کیلئے کہا تو آپ نے نمازِ فجر ادا کی، پھر جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو بتلایا "ان دونوں اوقات (اول اور آخر) کے درمیان ہر نماز کا وقت ہے")[108].

نماز کے مذکورہ اوقات کے بارے میں اور بھی بہت سی احادیث ہیں جو کہ تمام مذاہب کے مابین متفق علیہ ہیں، اور اسی طرح (نہج البلاغہ: 82/3) پر موجود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت بھی پنجگانہ نمازوں کے الگ الگ اوقات پر دلالت کرتی ہے کہ اُمیر المؤمنین امام علی علیہ السلام پانچوں نمازیں ان کے لئے مقرر شدہ اوقات میں ہی ادا کیا کرتے تھے اور نہج البلاغہ میں حضرت امام علی رضی اللہ عنہ کا اپنے امراء کے نام فرمان بھی اسی بات پر دلالت کرتا ہے:

أَمَّا بَعْدُ فَصَلُّوْا بِالنَّاسِ الظُّهْرَ حَتَّى تَفِيءَ الشَّمْسُ مِنْ مَرْبِضِ الْعَنْزِ، وَصَلُّوْا بِهِمْ العَصْرَ وَالشَّمْسُ بَيْضَاءُ حَيَّةٌ فِي عُضْوٍ مِنَ النَّهَارِ حِيْنَ يُسَارُ فِيْهَا فَرْسَخَانِ. وَصَلُّوْا بِهِمْ المَغْرِبَ حِيْنَ يُفْطِرُ الصَّائِمُ وَيَدْفَعُ الحَاجُّ، وَصَلُّوْا بِهِمْ الْعِشَاءَ حِيْنَ يَتَوَارَى الشَّفَقُ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ. وَصَلُّوْا بِهِمْ الْغَدَاةَ وَالرَّجُلُ يَعْرِفُ وَجْهَ صَاحِبِهِ.

---

[108] مسند احمد، حدیث نمبر: (14538)، وسائل الشیعہ: (125/3)، (158/4)، الاستبصار: (285/1)، التھذیب: (254/2).

(ترجمہ: امابعد! لوگوں کو ظہر کی نماز اس وقت پڑھاؤ جب کہ سورج کی دھوپ ''مربض عنز'' سے پلٹ آئے، (یعنی سایہ ڈھلنا شروع ہو جائے)، اور ان کو عصر کی نماز پڑھاؤ جب کہ سورج دن کے ایک حصہ میں ابھی تک خوب روشن ہو، جب کہ غروب آفتاب میں ابھی تک اتنا وقت ہو کہ انسان دو فرسخ (تقریباسات یا آٹھ کلو میٹر) کا فاصلہ طے کر سکے، اور مغرب کی نماز اس وقت پڑھاؤ جب کہ روزہ دار افطار کرتے ہیں، اور حجاج کرام (میدان عرفات سے) واپس لوٹتے ہیں، اور ان کو عشاء کی نماز اس وقت پڑھاؤ جبکہ شفق (آسمان کی سرخی) غائب ہو جائے اس وقت سے لے کر رات کے ایک تہائی حصے تک (عشاء کا وقت ہے)، اور فجر کی نماز اس وقت پڑھاؤ جب کہ ہر شخص اپنے پاس والے شخص کی شکل پہچان سکتا ہو)(109).

نماز سے متعلق چند احادیث مبارکہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

1- «خَمْسُ صَلَوَاتٍ افْتَرَضَهُنَّ اللهُ تَعَالَى مَنْ أَحْسَنَ وُضُوئَهُنَّ وَصَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ وَأَتَمَّ رُكُوعَهُنَّ وَخُشُوعَهُنَّ كَانَ لَهُ عَلَى اللهِ عَهْدٌ أَنْ يَغْفِرَ لَهُ، وَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهُ عَلَى اللهِ عَهْدٌ، إِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ وَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ»

(109) نہج البلاغہ مع شرح الشیخ محمد عبدہ:(82/3).

(ترجمہ: '' اللہ تعالیٰ نے پانچ نماز فرض کی ہیں، جو شخص ان کے لیے اچھی طرح وضو کرے گا، اور انہیں ان کے وقت پر ادا کرے گا، ان کے رکوع و سجود کو پورا کرے گا تو اللہ تعالیٰ کا اس سے وعدہ ہے کہ اسے بخش دے گا، اور جو ایسا نہیں کرے گا تو اللہ کا اس سے کوئی وعدہ نہیں چاہے تو اس کو بخش دے، چاہے تو عذاب دے'')[110].

2- مَنْ حَافَظَ عَلَى الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ: رُكُوعِهِنَّ، وَسُجُودِهِنَّ، وَوُضُوئِهِنَّ، وَمَوَاقِيتِهِنَّ، وَعَلِمَ أَنَّهُنَّ حَقٌّ مِنْ عِنْدِ اللهِ، دَخَلَ الْجَنَّةَ .

(ترجمہ: جس نے نمازِ پنجگانہ کی حفاظت کی اور ان کو صحیح رکوع و سجود کے ساتھ ان کے مقررہ اوقات پر ادا کیا اور یہ یقین رکھا کہ یہ اللہ کی طرف سے حق ہیں تو وہ ضرور جنت میں جائے گا)[111].

3- قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَيُّ العَمَلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: «الصَّلاَةُ عَلَى مِيقَاتِهَا»، قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: «ثُمَّ بِرُّ الوَالِدَيْنِ»، قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: «الجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ»

---

(110) سنن ابو داؤد، حدیث نمبر: (425).

(111) مسند احمد، حدیث نمبر: (18345).

(ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ دین کے کاموں میں کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "وقت پر نماز پڑھنا "میں نے پوچھا اس کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا "والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔ میں نے پوچھا اور اس کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا "اللہ کے راستے میں جہاد کرنا")[112].

---

(112) صحیح بخاری، حدیث نمبر:(2782).

نقطہ آغاز کی طرف

محترم سید محمد الیاسری اپنے اس کلام کو جس کی ابتداء انہوں نے ائمہ کرام سے مروی احادیث سے کی تھی اس بات پر ختم کرتے ہیں:

''کوئی نماز بھی اس کیلئے مقررہ وقت کے علاوہ دوسرے وقت میں ادا کرنا جائز نہیں، جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ''مَنْ صَلَّى فِي غَيْرِ الْوَقْتِ فَلَا صَلَاةَ لَهُ'' (یعنی جس نے نماز کو اس کے مقررہ وقت کے علاوہ وقت میں ادا کیا اس کی کوئی نماز نہیں ہے)[113].

اور یقیناً ظہر کا وقت عصر کے وقت کے علاوہ اور اسی طرح عشاء کا وقت مغرب کے وقت سے الگ ہے. چنانچہ جس نے بغیر عذر کے نمازوں کو جمع کیا، مثلا: عصر کو ظہر کے وقت میں یا ظہر کو عصر کے وقت میں، تو ایسا شخص گذشتہ حدیث کے مفہوم کی زد میں واقع ہوگا، اور اس میں مذکورہ وعید کا مستحق قرار پائے گا اور اس کی نماز باطل ہوگی، اسے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا یہ فرمان پیش نگاہ رکھنا چاہئے:

''وَلَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يَّجْعَلَ آخِرَ الْوَقْتَيْنِ وَقْتًا إِلَّا فِي عُذْرٍ مِنْ غَيْرِ عِلَّةٍ''.

---

(113) الاستبصار از شیخ طوسی، باب لا تجوز الصلاة فی غیر الوقت: (244/1)، حدیث نمبر: (868).

(یعنی: کسی کیلئے جائز نہیں کہ وہ بغیر کسی عذر شرعی کے ان دو وقتوں میں آخری وقت کو نماز کیلئے مقرر کر لے)[114].

[114] الاستبصار از شیخ طوسی، باب أن لکل صلاۃ وقتین: (244/1)، حدیث نمبر:(870).